منتخب

اردو گلستاں



مُنتخب

اُردو گلستان

شیخ سعدیؒ

فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ

لاہور - راولپنڈی - کراچی

شیخ سعدیؒ

سعدیؒ فارسی زبان کے بہت بڑے شاعر اور ادیب تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جو مرنے کے بعد بھی نہیں مرے۔ آپ آج سے آٹھ سو برس قبل ایران کے قصبے طُوس میں پیدا ہوئے۔ یہ قصبہ شہر شیراز کے پاس ہے۔

شیخ سعدیؒ نے ابتدائی تعلیم شیراز میں پائی۔ پھر بغداد جاکر نظامیہ کالج میں داخلہ لیا اور تیس برس کی عُمر میں وہاں سے سند حاصل کی۔ اس کے بعد آپ نے ایشیا کے تقریباً تمام مُلکوں کی سیر کی اور چودہ حج کیے جن میں دس پاپیادہ تھے۔

نوجوانی ہی میں شیخ سعدی کی شاعری کی دُھوم مچ گئی تھی اور بڑے بڑے عالم اور فاضل ان کی عزّت

کرتے تھے۔ کئی بادشاہوں نے وزارت کی پیشکش کی مگر اُنھوں نے منظور نہیں کی۔ بڑھاپے میں وطن واپس آئے۔ شیراز سے تین میل دُور، پہاڑ کے دامن میں، ایک خانقاہ بنوائی اور ایک سو سولہ برس کی عمر میں وہیں فوت ہوئے۔
شیخ سعدی نے بہت سی کتابیں لکھیں لیکن گُلستاں اور بوستاں ایسے سدابہار پھول ہیں جو قیامت تک نہیں مُرجھائیں گے۔ گُلستاں نثر میں ہے اور بوستاں نظم میں۔ ان کتابوں میں شیخ سعدی نے بادشاہوں، حاکموں اور عام لوگوں کو بڑے دل چسپ انداز میں نصیحتیں کی ہیں اور یہی ان کا کمال ہے۔

گُلستاں کا ترجمہ کرتے وقت ہمارے پیشِ نظر بڑوں کے علاوہ طلبہ بھی تھے۔ اس لیے زبان نہایت آسان رکھی گئی ہے اور ایسی حکایتیں چھوڑ دی گئی ہیں جو طالبعلموں کے لیے مُناسب نہ تھیں۔

بادشاہوں کی خصلت

حکایت ۔ ا

کسی بادشاہ نے ایک بے گناہ قیدی کے قتل کا حکم دیا ۔ وہ مایوسی کے عالم میں بادشاہ کو برا بھلا کہنے لگا کیونکہ جب انسان زندگی سے مایوس ہو جاتا ہے تو جو کچھ دل میں ہو زبان پر لانے سے نہیں ڈرتا ۔

نا امیدی میں نہیں اِنساں کی رُک سکتی زباں
گھر کے کُتّے پر ہی جا پڑتی ہے بِلّی ناتواں

بادشاہ نے مُلزم کو بڑبڑاتے دیکھ کر پُوچھا ۔"یہ کیا کہتا ہے؟"

ایک نیک دِل وزیر نے عرض کیا ۔" خداوندِ نعمت ! یہ

کہہ رہا ہے کہ غصّے کو دبانے اور خطاکاروں کو معاف فرمانے والے لوگوں کو خُدا اچھّا سمجھتا ہے"۔

بادشاہ پر وزیر کی اس بات کا اتنا اثر ہُوا کہ اس نے مُلزم کی رہائی کا حُکم دے دیا۔ یہ دیکھ کر ایک تنگ دِل مُصاحِب نے کہا۔" جہاں پناہ! مُلزم نے وہ بات بالکل نہیں کہی جو حضُور کو سُنائی گئی ہے۔ اُس نے تو آپ کو گالیاں اور کوسنے دِیے ہیں"۔

بادشاہ نے مُصاحِب کی بات سُن کر فرمایا" میرے نزدیک پہلے وزیر کا جھُوٹ تمھارے سچ سے بہت اچھّا تھا۔ کیونکہ اُس کی نیّت نیک تھی اور تمھاری بات کا نتیجہ بُرائی ہے۔ داناؤں کا قول ہے کہ فتنہ اُٹھانے والے سچ سے نیکی پھیلانے والا جھُوٹ بہتر ہے"۔ ؎

جس کے کہنے کو بادشاہ سُنے
حیف ہے گر وہ نیک رائے نہ دے

لطیفہ۔ فریدوں بادشاہ نے اپنے محل کی محراب پر یہ مضمُون لکھوا رکھا تھا ؎

نہیں کرتی دُنیا کسی سے وفا

کما لے جو نیکی وُہی ہے بھلا
نکلتی ہے جب جسم سے جانِ پاک
برابر ہے پھر تخت اور فرشِ خاک

حکایت - ۲

کسی بادشاہ نے سُلطان محمُود کو خواب میں دیکھا کہ اس کے جسم کی ہڈّیاں اور گوشت پوست تو سب گھُل گھُلا کر مٹّی ہو چُکا ہے مگر آنکھیں زندہ آدمیوں کی طرح ابھی تک دیکھ رہی ہیں۔ بادشاہ نے یہ انوکھا خواب دربار کے داناؤں اور مشہور عالموں کے رُوبرُو بیان کیا تو سب لوگ اس کی تعبیر سے عاجز آ گئے۔ آخر ایک سمجھدار شخص نے آداب بجا لا کر عرض کی کہ قبلۂ عالم! قُدرت نے محمُود کی آنکھیں اس لیے بچا رکھّی ہیں کہ وہ اپنا مُلک و مال دُوسروں کے قبضے میں دیکھتی رہیں۔

اُٹھ گئے دُنیا سے لاکھوں خانداں
نام کو بھی اب نہیں جن کا نشاں
کھا کے مٹّی نے برابر کر دیے

بادشاہ، محتاج، بُوڑھے، نوجواں
زندہ ہے انصاف کے باعث مگر
بعد مر جانے کے بھی نوشیرواں
نیکیاں تم بھی کما لو دوستو!
پیشتر اس کے کہ چھوڑے جسم جاں

حکایت ۔ ۳

کسی بادشاہ کا ایک لڑکا ٹھنگنا اور بدشکل تھا۔ اَور تو اَور باپ بھی اُسے پیار کی نگاہ سے نہ دیکھتا تھا۔ لڑکے نے ایک دن موقع پا کر باپ سے عرض کی۔ "قبلۂ عالم! پتّھر کی نسبت موتی گو بہت ہی چھوٹی چیز ہے مگر حضُور جانتے ہیں کہ قیمت ہمیشہ موتی کی زیادہ ہوتی ہے۔ ایسے ہی ٹھنگنا دانا، لمبے بیوقوف سے بہتر ہو سکتا ہے"۔

گو پہاڑوں میں ہے چھوٹا کوہِ طُور
ہے مگر رُتبہ بڑا اُس کا ضرُور

بادشاہ لڑکے کی یہ بات سُن کر ہنس دیا۔ اور

مُصاحبوں نے اس کی عقل مندی کی بہت تعریف کی مگر اس کے دُوسرے بھائی اس کے دُشمن ہو گئے ۔

ہیں خموشی میں ہُنر انسان کے ایسے نِہاں
جس طرح بن میں پڑا سوتا ہو اِک شیرِ ژیاںؔ[۱]

تھوڑے دنوں بعد بادشاہ پر کسی زبردست دُشمن نے چڑھائی کی تو لڑائی کے میدان میں اسی ٹھنگنے شہزادے نے سب سے پہلے اپنا گھوڑا بڑھایا اور پُورے جوش و خروش سے کہنا شروع کیا:

آج میرا زور و طاقت دیکھنا
اِس تنِ لاغر کی ہیبت دیکھنا
آج میں ہُوں اور بس دشمن کی فوج
دیکھنا میری شجاعت دیکھنا

کہتے ہیں دشمن کی فوج بہت زیادہ تھی اور بادشاہ کی تھوڑی۔ اس لیے وہ بھاگنے کے منصُوبے گانٹھ رہی تھی کہ ٹھنگنے شہزادے نے تاڑ لیا اور للکار کر کہا۔" اے نوجوانو! عورتوں کی طرح چُوڑیاں نہ پہنو۔ مرد ہو تو کچھ مردمی کے

۱ے غضبناک شیر

جوہر دکھاؤ کہ امتحان کا یہی وقت ہے"۔ شہزادے نے اس قسم کی پُر جوش باتیں کہتے ہوئے دُشمنوں پر حملے کے لیے جو گھوڑا بڑھایا تو چار و ناچار سپاہیوں کو بھی ساتھ دینا پڑا۔ چنانچہ ایک ہی پُر زور ہلّے میں غنیم کی فوج کے چھکّے چھوٹ گئے۔

شہزادہ میدان مار کر بادشاہ کے پاس پہنچا تو اُس نے اس کو گود میں لے کر بہت سا پیار کیا اور اُسے اپنا ولی عہد بنا دیا۔ اس سے دُوسرے بھائیوں کو اتنا رنج پہنچا کہ اُنھوں نے ایک دن سازِش کر کے اس کے کھانے میں زہر مِلوا دیا۔ مگر اتفاق کی بات کہ ٹھنگنے کی بہن کھِڑکی میں سے یہ ماجرا دیکھ رہی تھی۔ اُس نے کھِڑکی کے پٹ کھٹکھٹا کر شہزادے کو خطرے سے آگاہ کر دیا۔ اس پر اُس نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور کہا "بھلا یہ اندھیر کب ہو سکتا ہے کہ عقلمند تو مر کھپ جائیں اور اُن کی جگہ بیوقوف حکُومت کریں ؎

زمانے سے ناپید ہو گر ہُما
مگر کوئی اُلّو نہیں پالتا

بادشاہ کو اس بات کی اِطلاع ہوئی تو اُس نے اپنے بیٹوں کو بُلا کر سخت شرمندہ کیا اور فساد مٹانے کے لیے سلطنت میں سے ہر ایک کی مُناسب جاگیر مقرّر کر دی۔ اُس وقت تو یہ قِصّہ ختم ہو گیا مگر جھگڑے کی بُنیاد پڑ گئی کیونکہ مشہُور ہے "دس درویش تو ایک گُدڑی میں سو رہتے ہیں مگر دو بادشاہ ایک مُلک میں نہیں سما سکتے" ؎

آدھی روٹی سے بھی اِک مردِ خُدا
کچھ فقیروں کو بھی دیتا ہے کِھلا
بادشاہ کو مُلک بھی مِل جائے گر
پھر بھی چاہے گا کہ لے لوں دُوسرا

حکایت - ۴

چند ڈاکوؤں نے کِسی اُونچے پہاڑ کے درّے کو اپنا ٹھکانا بنا رکھّا تھا۔ وہ آتے جاتے مسافروں کو لُوٹ کر پہاڑ کی پیچ دار گھاٹیوں میں چھُپ جاتے اور پکڑنے والوں کے ہاتھ نہ آتے تھے۔ تمام علاقے

میں اُن کی ایسی دہشت پھیل گئی تھی کہ مُسافروں کا راستا رُک گیا اور شہروں میں دُہائی مچ گئی۔ آخر سلطنت کے کارکنوں نے سوچا کہ ان کے انتظام میں ذرا بھی ڈھیل ہوئی تو معاملہ اور بھی مشکل ہو جائے گا ؎

باغ میں پودا جو ہو تازہ لگا
ایک بچّہ بھی اُسے دے گا ہلا
جم گئیں لیکن جڑیں تو پھر وُہی
دس جوانوں سے نہ اُکھڑے گا کبھی
بیلچے سے رستہ چشمہ روک لو
بڑھ گیا تو دے گا ہاتھی کو ڈبو

چُنانچہ اُنھوں نے ایک مشہُور سُراغرساں کو ڈاکوؤں کی گرفتاری پر مقرّر کر دیا۔ اس نے ڈاکوؤں کی غیر حاضری میں ایک روز موقع پا کر چند تجربہ کار سپاہیوں کو پہاڑی کی اوٹ میں چھپا دیا اور جب پچھلی رات ڈاکو، ڈاکا ڈال کر واپس ہوئے اور خُوب گہری نیند سو گئے تو سُراغرسان کے اشارے پر سپاہیوں نے گھات میں سے نکل کر اُن کی مُشکیں کس لیں اور

دُوسرے دن ساری جماعت کو بادشاہ کے دربار میں لا حاضر کیا۔ بادشاہ نے ان کے قتل کا حُکم دے دیا۔

ڈاکوؤں کے گروہ میں ایک چھوٹی عمر کا لڑکا بھی تھا۔ اس کی بھولی بھالی صُورت دیکھ کر ایک نیکدل وزیر کو رحم آگیا اور اُس نے بادشاہ سے عرض کی "جہاں پناہ! اس بے گناہ لڑکے نے نہ تو ابھی تک باغِ جوانی کا پھل کھایا ہے اور نہ اپنے شباب کا ہی کوئی لُطف اُٹھایا ہے۔ اس لیے اس کی جان بخشی فرمائی جائے تو بندہ نوازی ہوگی"۔ مگر تجربہ کار بادشاہ کو وزیر کی یہ بے محل سفارش پسند نہ آئی۔ اُس نے کہا "کیا تم نے داناؤں کا یہ قول نہیں سُنا کہ سانپ کا مارنا اور سپُولیے کا پالنا یا آگ کا بُجھانا اور انگارے کو سُلگتا چھوڑ دینا سخت نادانی ہے؟ یہ لڑکا بھی سپُولیے یا انگارے سے کم خطرناک نہیں"۔

برسے امرت بھی آسماں سے اگر
کھاؤگے شاخِ بید سے نہ ثمر
ہو رذیلوں سے کیا اُمیدِ وفا
نیم سے کس طرح بنے شکّر

رحم دل وزیر نے عرض کی "حضور کا خیال بالکل صحیح ہے۔ بے شک اگر یہ لڑکا بھی مجرموں میں پرورش پاتا تو اُنھی کی سی عادتیں سیکھ کر کچھ دنوں میں ڈاکو بن جاتا مگر ابھی بچّہ ہے اور ان لوگوں کی بد عادتوں نے اس میں دخل نہیں پایا۔ اُمید ہے کہ نیکوں کی صُحبت میں تربیت پائے گا تو نیک بن جائے گا کیونکہ یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ ہر بچّہ خدائی دین پر پیدا ہوتا ہے اور ماں باپ کی صُحبت اُسے عیسائی اور مُوسائی وغیرہ بنا دیتی ہے ؎

صُحبتِ بد میں نُوحؑ کا بیٹا
شان پیغمبری کی کھو بیٹھا
سگِ اصحابِ کہف نیکی سے
مل کے نیکوں میں نیک ہو بیٹھا

رحم دل وزیر کی دُوسرے مصاحبوں نے بھی تائید کر دی اس لیے بادشاہ نے فرمایا۔ "مناسب تو نہ تھا مگر خیر، تم لوگوں کی خاطر چھوڑ دیتا ہُوں۔"

وزیر لڑکے کو رہائی دلا کر اپنے مکان پر لے گیا اور اُس کی تعلیم و تربیت پر ایسے لائق اُستاد مقرر کیے

کہ تھوڑے ہی عرصے میں اُنھوں نے اُسے لکھنا پڑھنا اور شاہی آداب و قواعد سکھا کر سلیقہ شعار بنا دیا۔

وزیر اس کامیابی پر اتنا خوش ہُوا کہ ایک دن موقع پاکر اُس نے بادشاہ کے حضُور میں عرض کی "جہاں پناہ! وہ ڈاکوؤں کا لڑکا جسے حضُور نے نمک خوار کی سفارش پر رہا فرمایا تھا، نیکوں کی صحبت میں بیٹھ کر اتنا شائستہ اور نیک ہوگیا ہے کہ اس کی کایا ہی پلٹ گئی ہے"۔

اس پر پختہ کار بادشاہ نے ہنس کر کہا ؎

بھیڑیا آخر رہے گا بھیڑیا
ساتھ وہ انسان کے گو ہو پلا

اس بات کو دو ہی سال گزرے ہوں گے کہ محلّے کے چند بدمعاشوں نے اس نوجوان سے یارانہ گانٹھ کر اُسے پھر بدمعاش بنا لیا اور اُس نے ایک دن سوئے ہوئے وزیر کو اُس کے دو معصوم بچّوں سمیت قتل کر دیا اور اُس کا مال و دَولت لے کر پھر اُسی پہاڑ پر جا ڈیرا جمایا، جہاں اُس کا باپ ڈاکے ڈالا کرتا تھا۔ بادشاہ کو اِطلاع ہوئی تو اُس نے افسوس کرتے

ہوئے کہا ؎

نہیں بنجر زمیں میں پھول آتے
اکارت بیج ہیں محنت کے جاتے
جو کرتے ہیں بدوں کے ساتھ نیکی
وُہی نیکوں کو ہیں کانٹے لگاتے

حکایت - ۵

کِسی بادشاہ کا ایک نوجوان مصاحب تھا - بہت لائق اور فائق - اُس نے اپنی لیاقت اور دانائی سے بادشاہ کے دل میں گھر کر لیا اور بہت جلد ترقّی کر کے اُس کا خاص مصاحِب بن گیا - اس پر بعض کم رُتبہ لوگوں کے دلوں میں خواہ مخواہ حسد کی آگ بھڑک اُٹھی اور اُنھوں نے اس پر غبن و خیانت کا بُہتان باندھ دیا مگر اس بات کو نہ جانا کہ ع

دُشمن کی کیا چلے گی جو ہو مہربان دوست

بادشاہ نے الزام کی تحقیقات کی تو اُسے بے گُناہ پا کر چُغل خوروں کو خوب ڈانٹ پلائی اور نوجوان سے

پُوچھا۔ "آخر یہ تو بتاؤ کہ ان لوگوں کو تم سے اِتنی دُشمنی کیوں ہے"؟ جوان نے عرض کی۔ "خداوندِ نعمت، بندہ تو سب کو خوش رکھنے کی کوشش کرتا ہے مگر اس کا کیا علاج کہ حاسد میری تباہی کے سوا خوش ہی نہیں ہو سکتے؟

٥ چاہتے ہیں یہ حاسد و بدخواہ
مر مٹیں صاحبانِ عزّت و جاہ
دن کو دیکھے اگر نہ چمگادڑ
اس میں سُورج کا کونسا ہے گناہ
ایسی آنکھیں رہیں ہزار اندھی
پر نہ سُورج خدا کرے ہو سیاہ

حکایت۔ ٦

ایک بادشاہ بہت ظالم اور لالچی تھا۔ نت نئے بہانوں سے رعایا کا مال بٹورتا اور اگر کوئی چُوں بھی کرتا تو اُسے سخت سزا دیتا۔ غریب رعایا تنگ آکر وطن چھوڑنے پر مجبور ہو گئی۔ کسانوں کے بھاگنے سے محصُول میں کمی ہو گئی اور آمدنی گھٹی تو خزانہ خالی رہنے لگا۔

یہ حال دیکھ کر دُشمنوں کو زور دکھانے کا موقع مل گیا۔

گر مُصیبت کے ہو ایّام میں لینا آرام
خوش نصیبی کے زمانے میں نہ لو ظلم سے کام
ظُلم سے وقت پہ نوکر بھی سرک جائے گا
مہربانی سے مگر غیر بھی بنتے ہیں غلام

ایک دن اُس کے دربار میں کتاب "شاہ نامہ" پڑھی جا رہی تھی۔ پڑھنے والے نے جب فریدُوں کی فتح اور ضحّاک کی شکست کا قصّہ سُنایا تو ایک دانا اور نیک سیرت وزیر نے کہا۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ ضحّاک جیسے دولت مند حکمران پر فریدُوں جیسا مُفلس کس طرح فتح پا گیا؟" بادشاہ نے کہا "یہ تو سیدھی بات ہے کہ رعایا فریدُوں کے ساتھ تھی۔ اُس نے ضحّاک کو قتل کر کے اُسے شاہی تخت پر بٹھا دیا۔" وزیر نے کہا۔ "جہاں پناہ، اگر رعایا کا ساتھ ہونا ہی بادشاہت کا ذریعہ ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ حضور اُسے کیوں برباد کر رہے ہیں؟ کیا آپ بادشاہت کرنا نہیں چاہتے"؟
بادشاہ نے پُوچھا۔ "رعایا کس طرح بادشاہ کی خیر خواہ

ہو سکتی ہے؟ وزیر نے عرض کی "بادشاہ کو اتنا فیّاض اور مہربان ہونا چاہیے کہ لوگ اُس کے قرب میں اپنا نفع جانیں، عدل و انصاف کی یہاں تک رعایت ہونی چاہیے کہ کسی کو بے انصافی کا خطرہ نہ رہے اور لوگوں کو اپنے بادشاہ کے زیرِ سایہ پُورا اطمینان ہو۔ مگر بے ادبی معاف حضُور میں تو ان دونوں میں سے ایک بات بھی نہیں" ؎

خاک ظالم سے ہو گی سُلطانی
بھیڑیا کر چُکا نگہبانی
حُکمراں ہو جو ظُلم کا عادی
آپ اپنی کرے گا بربادی

بادشاہ کو وزیر کی یہ بات پسند نہ آئی اور اُس نے ناراض ہو کر اُسے جیل خانے بھیج دیا۔

اِس واقعے کو تھوڑا ہی زمانہ گزرا تھا کہ بادشاہ کے چچیرے بھائی باپ کا حصّہ لینے کے بہانے لڑائی کو اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جنگ تک نوبت پہنچی تو ظالم کی ناراض رعایا نے بھی حملہ آوروں کی اِمداد کی۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ ظالم بادشاہ کے ہاتھ سے سلطنت نکل کر نئے حکمران

کے ہاتھ میں چلی گئی اور اس کی آہ و فغان پر کسی نے کان نہ دھرا۔

ظُلم کرتا ہے غریبوں پر جو کوئی بادشاہ
وقت پر بن جاتے ہیں سب اُس کے دشمن خیرخواہ
ہو رعایا سے اگر اُلفت تو کوئی غم نہیں
بادشہ عادِل ہو تو ساری رعایا ہے سپاہ

حکایت ۔ ۷

ایک امیر دریا کی سیر کے لیے کشتی میں سوار ہوا۔ اُس کے ساتھ ایک ایسا نوکر بھی تھا جس نے پہلے کبھی دریا کی صُورت نہ دیکھی تھی ۔ وہ بے وقوف کشتی پر بیٹھتے ہی لرزنے، کانپنے اور چیخنے چلّانے لگا۔ اس سے امیر کا سارا مزا کرکرا ہو گیا ۔ اتفاقاً ایک دانا بھی کشتی میں بیٹھا تھا ۔ اُس نے امیر کو نوکر کی حرکتوں پر بیزار دیکھ کر کہا ۔ ”حکم ہو تو میں ایک ترکیب سے اسے ابھی خاموش کرا دوں ؟“ امیر نے کہا ”اگر کوئی ایسی تدبیر کر دیں تو بڑی مہربانی ہو گی۔“ اس پر دانا نے نوکر

کو دریا میں پھنکوا دیا اور جب چند غوطے کھا کر وہ اَدھ مُوا ہو چُکا تو ملاّحوں سے کہا " اب اسے سہارا دے کر کشتی تک لے آؤ۔" ایک ملاّح نے اُس کے سر کے بال پکڑ کر کشتی کے قریب کر دیا اور وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے کشتی کے کناروں کو پکڑ کر اُس پر سوار ہو گیا اور آرام سے چُپ چاپ ایک کونے میں جا بیٹھا۔

امیر نے نوکر کی خاموشی دیکھ کر سخت تعجّب کیا اور دانا سے پُوچھا " آپ کی اس ترکیب میں کیا راز پوشیدہ تھا جس نے اسے خاموش کر دیا ہے ؟" دانا نے کہا " یہ شخص اس سے پہلے نہ غرق ہونے کی مصیبت کو جانتا تھا نہ کشتی کو سلامتی کا ذریعہ مانتا تھا۔ اب دونوں باتوں سے واقف ہو گیا ہے۔ اسی لیے چُپ چاپ بیٹھا ہے ۔"

اسی لیے داناؤں نے کہا ہے کہ وہی شخص آرام کی قدر جان سکتا ہے جو مُصیبت جھیل چُکا ہو۔"

سیر کو لُقمۂ تر سے بھی نہیں کچھ رغبت
خُشک روٹی بھی ہے بھُوکے کو مگر اک نعمت

اہلِ جنّت کو تو دوزخ سے ہے بڑھ کر اعراف
دوزخی جانتے اعراف کو بھی ہیں جنّت

حکایت - ۸

ایک بادشاہ بُڑھاپے میں ایسا بیمار ہُوا کہ زندگی سے مایُوس ہوگیا۔ اُنھی دِنوں کِسی سوار نے آکر ایک قلعے کے فتح ہو جانے کی خوش خبری سُنائی۔ مگر اب بیمار بادشاہ اس سے کب خوش ہو سکتا تھا۔ اُس نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا "یہ خوش خبری مجھے تو کیا خوش کرے گی۔ البتّہ سلطنت کے وارثوں کو سُنا دو۔ وہ خوش ہو جائیں"۔

اسی اُمیّد میں افسوس سب گزاری عُمر
کہ مُدّعا وہ مِلے دِل میں تھا جو ساری عُمر
اُمیّد دِل کی جو مِل بھی گئی تو کیا حاصل؟
نہیں اُمیّد کہ لوٹ آئے پھر ہماری عُمر

حکایت - ۹

میں دِمشق کی جامع مسجد میں حضرت یحییٰ کی تُربت

کے سرہانے بیٹھا یادِ الٰہی میں مصروف تھا کہ ایک مشہور بے انصاف بادشاہ وہاں آیا اور نماز ادا کرنے کے بعد لمبی چوڑی دعائیں مانگنے لگا۔

دُعا سے فارغ ہو کر بادشاہ نے میری طرف توجّہ کی اور کہا "چونکہ خدا تعالےٰ آپ لوگوں کا سوال ہماری نسبت زیادہ پُورا کرتا ہے اس لیے آپ بھی میرے لیے دُعا فرمائیں۔ مجھے اس وقت ایک زبردست دشمن کا اندیشہ ستا رہا ہے۔"

میں نے کہا۔ "دُشمن سے بچنے کی تدبیر اس سے بہتر کوئی نہیں کہ غریب رعایا پر مہربانی فرمائیے اور یقین رکھیے کہ یہی بات آپ کو دُشمن کی تکلیف سے بچائے گی ؎

دو غرور و زور کو سر سے نکال
بے کسوں کا لو نہ اپنے سر وبال
جو نہ گرتے کو سنبھالے، سوچ لے
اُس کے گرنے کا کِسے ہو گا ملال
اِس سے بڑھ کر اور نادانی ہے کیا
بوئیں جَو اور گیہوں کا رکھیں خیال

جسم کے اعضا ہیں جیسے مُتّفِق
ہے یہی اَولادِ آدم کا بھی حال
درد کرتا ہو جو اِک عضوِ بدن
باقی اعضا بھی نہیں رہتے بحال
درد ہو دل میں نہ جس کے خلق کا
آدمی اُس کا ہے کہلانا مُحال

حکایت - ۱۰

ایک درویش بغداد میں آئے تو حجّاج بن یُوسف نے بھی ان سے دُعائے خَیر کے لیے اِلتجا کی۔ آپ نے دُعا فرمائی کہ "الٰہی اسے مَوت عطا فرما"۔ حجّاج نے گھبرا کر کہا "قبلہ! آپ یہ کیا فرما رہے ہیں"؟ آپ نے فرمایا "یہی دُعا تمام رعایا اور خود تمھارے حق میں فائدہ مند ہے"۔

حکایت - ۱۱

بے انصاف بادشاہوں میں سے کسی نے ایک بزرگ

سے پُوچھا۔ "عبادتوں میں سے افضل عبادت کونسی ہے؟"
بزُرگ نے فرمایا "تمھارے لیے آدھے دن تک سوتے رہنا
تاکہ اِتنا عرصہ مخلوق تمھارے ظلم سے بچی رہے" ؎

جس کا سونا جاگنے سے ہو مفید
ایسے بد کی موت ہے دُنیا کی عید

حکایت - ۱۲

ایک بادشاہ عیش و عشرت کے عالم میں بار بار یہ شعر
پڑھ رہا تھا ؎

بہتر خوشی کا اس سے کوئی اور دم نہیں
اچھّے بُرے کا جس میں کوئی خوف و غم نہیں

محل سرا کے نیچے سردی میں سکڑا ہُوا ایک فقیر
اُونگھ رہا تھا۔ وہ سُنتے بول اُٹھا ؎

گو تیری شان قیصر و کسرےٰ سے کم نہیں
تجھ کو نہ اپنا غم ہو، ہمارا بھی غم نہیں؟

بادشاہ کو یہ صدا کچھ ایسی پسند آئی کہ جھروکے سے
ہزار روپے کی تھیلی نکال کر مُفلِس سے کہا "دامن پھیلا"

فقیر نے عرض کی۔ "غریب پرور، کپڑا ہی نہ ہو تو دامن کہاں سے لاؤں؟" اس پر بادشاہ کو اُس کی غریبی پر اَور بھی ترس آیا اور تھیلی کے ساتھ ایک خلعت بھی فقیر کو دے دیا۔ مگر فقیر تھوڑے ہی دِنوں میں یہ سب کچُھ کھا لُٹا کر پھر بادشاہ کے دروازے پر آ حاضر ہُوا۔

بادشاہ نے ناراض ہو کر کہا "ایسے فضول خرچ اور گستاخ گدا کو نکال دینا چاہیے جس نے اِتنا مال تھوڑے ہی دِنوں میں اُڑا دیا۔ شاہی خزانہ غریب مسکینوں کے سہارے کے لیے ہے۔ شیطانی گروہ کے چٹخارے کے لیے نہیں۔" ؎

شمع کافوری جلائے دن کو جو
جلد وہ روئے گا شب بھر تیل کو

ایک نیک دل وزیر نے عرض کی "جہاں پناہ! ایسے لوگوں کو ایک دم نہال کر دینے کی بجائے اگر مختصر مگر مقرّر وظیفہ مرحمت ہوتا رہے تو زیادہ اچھّا ہو کہ نہ خرچ میں زیادتی کر سکیں، اور نہ بھوکوں ہی مریں۔ لیکن نکال دینے کا حُکم تو حضُور کی شان کے شایاں نہیں ہو سکتا

کہ حضور ہی کے دستِ کرم نے اس کو درِ دولت پر حاضری کا حوصلہ دلایا ہے۔" بادشاہ نے نیک دل وزیر کی بات سُن کر فقیر کا کچھ روزینہ مقرّر فرما دیا۔ جس کا وزیر نے ان الفاظ میں شکریہ ادا کیا ؎

نہیں دیکھا حجاز کے پیاسے
کھاری پانی کے پاس ہوں جاتے
پانی میٹھا جہاں مگر مل جائے
ہیں وہیں جان دار سب آتے

حکایت - ۱۳

کسی نے بن بلاؤ سے پُوچھا۔" تُو نے شیر کی نوکری کیوں اختیار کر رکھی ہے؟" اُس نے کہا "صرف اس لیے کہ میں اُس کا بچا کھچا شکار کھاتا ہُوں اور اُس کے دبدبے کی پناہ میں دُشمنوں سے محفوظ ہُوں۔"

پُوچھنے والے نے کہا۔" جب تُو اُس کی مہربانیوں کی اتنی تعریف کرتا ہے تو پھر نزدیک کیوں نہیں جاتا؟

اُس نے کہا "بات یہ ہے کہ مَیں اُس کی مہربانیوں کو

مان کر بھی اُس کے غصّے اور حملے سے بے خوف نہیں رہ سکتا۔"

ہزار سال گر آتش پرست آگ جلائے
گرے جو اُس میں تو پل بھر میں راکھ ہی ہو جائے

ممکن ہے کہ بادشاہ کا مُصاحب مال و دولت پا جائے اور ممکن ہے کہ دَولت کا خیالی پلاؤ پکاتے پکاتے سر ہی اُڑ جائے۔ داناؤں کا قول ہے کہ "بادشاہوں کی بے ٹھکانا طبیعت سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ جو کسی وقت تو سلام سے خفا ہو جاتے ہیں اور کسی وقت گالیوں پر ہی خوش ہو کر خلعت عطا فرما دیتے ہیں۔"

مصاحبت کا ہے منصب مُصاحبوں کو رَوا
پس اپنے آپ کو دیکھ اور نہ پاؤں تُو پھیلا

حکایت - ۱۴

ایک دوست نے مجھُ سے زمانے کی شکایت کرتے ہوئے کہا۔ "میں اپنی آمدنی کی کمی، خرچ کی زیادتی، اولاد کی نافرماں برداری اور روز روز کی فاقہ کشی سے اِتنا تنگ آ گیا

ہوں کہ جی میں آتی ہے وطن چھوڑ کر کہیں دُور چلا جاؤں جہاں جان پہچان تک نہ ہو ؂

بھوکے رہیں تو کوئی نہ پوُچھے کہ کیا ہوُا
مرجائیں تو نہ جانے کوئی کون مر گیا!

مگر دشمنوں کی بدگوئی سے ڈر لگتا ہے۔ میں تو بچّوں کی پرورش کے لیے وطن چھوڑوں گا اور یہ لوگ اسے اُلٹا میری بے مروّتی اور کم ہمّتی پر محمُول کر کے ہنسیں گے اور کہیں گے ؂

چھوڑ ہی دی جس نے سب شرم و حیا
اُس کو غم ہو بیوی اور بچّوں کا کیا

البتّہ ایک یہ تدبیر ہے کہ مجھے علمِ حساب میں کسی قدر مہارت ہے۔ اگر آپ ہمّت کریں تو یہیں کوئی ایسی اسامی مل سکتی ہے جو میری دل جمعی کا باعث ہو جائے۔ میں عُمر بھر آپ کا احسان نہ بھُولوں گا۔"

میں نے کہا "بھائی جان، بادشاہوں کی نوکریوں کے دو پہلوُ ہوُا کرتے ہیں۔ روٹی کا سہارا اور جان کا خطرہ۔ اور داناؤں نے کہا ہے کہ روٹی کی اُمید پر جان کو خطرے

میں ڈالنا عقلمندی نہیں"۔

دوست نے کہا "آپ نے یہ بات نہ تو میرے مُناسبِ حال فرمائی اور نہ میرے سوال کا صحیح جواب دیا۔ آپ کا فرمانا سچ سہی مگر آپ جانتے ہیں کہ جو شخص خیانت کرتا ہے اُس کا ہاتھ حساب دیتے وقت کانپتا ہے"۔

داناؤں کا قول ہے "چار قسم کے آدمی چار آدمیوں سے ڈرتے ہیں۔ باقی دار اور زمیندار بادشاہ سے۔ چور چوکیدار سے۔ دغاباز چُغل خور سے۔ لیکن جن لوگوں کا حساب صاف ہو، اُنھیں کسی کی جانچ پڑتال سے کیا اندیشہ ہے؟

دیانت دار کو کیا جانچ کا ڈر
کوئی کیوں دھوئے گا بے داغ چادر

میں نے کہا "بھائی جان، لوگوں نے ایک لومڑی کو بدحواس بھاگتے ہوئے دیکھ کر اُس سے پُوچھا تھا "تم ایسی نوک دُم کیوں بھاگی جا رہی ہو؟ اُس نے کہا "آج کل سرکاری اہلکار اُونٹوں کو بیگار میں پکڑ رہے

ہیں۔ ڈر ہے کہیں مجھے بھی نہ پکڑ لیں۔" لوگوں نے کہا "بیوقوف، بھلا تجھے اُونٹ سے کیا مُناسبت؟" اُس نے کہا "چُپ ہی رہیے اگر کہیں حاسِد جا کر کہہ دیں کہ یہ بھی اُونٹ کا بچّہ ہے اور میں پکڑی جاؤں تو اس وقت مجھے کون چھڑائے گا اور اِس مثل کے مُطابق کہ جب تک تریاق عراق سے آئے سانپ کا ڈسا ہُوا قبر میں پہنچ جائے، اصل حال کھُلنے تک تو میرا کام تمام ہو جائے گا۔" پس تمھاری قابلیّت و دیانت میں شبہ نہ سہی، مگر عیب گیر تو گھات میں ہیں اور حاسِد تاک میں۔ اگر بادشاہ کے حضُور میں تمھاری چُغلی کھاویں اور تُم بادشاہ کے عتاب میں گرفتار ہو جاؤ تو بتاؤ وہاں کِسے کچھ کہنے کی مجال ہو سکتی ہے؟ اس لیے مناسب یہی ہے کہ قناعت اِختیار کرو اور نوکری کا خیال چھوڑ دو۔"

میں نے تو یہ باتیں دوست کی بھلائی کے لیے کہی تھیں مگر وہ ناراض ہو کر طعنوں پر اُتر آیا۔ "بس حضرت رہنے دیجیے۔ سچ تو یہ ہے کہ آج کل کے دوست صرف دسترخوان کے یار ہوتے ہیں۔ وہ سچّے دوست اب کہاں

جو دوستوں کی خاطر جیل جانے سے بھی جی نہ چُراتے تھے۔

میں نے دوست کو بگڑتے اور سچّی نصیحتوں پر کان نہ دھرتے دیکھا تو نصیحتوں کے دفتر کو تہ کر کے اسے وزیر کے پاس لے گیا اور اس کی سفارش کی۔ اُنھوں نے اُسی وقت اسے ایک معمولی کام پر لگا دیا۔ پھر رفتہ رفتہ اس کی لیاقت دیکھ کر عہدے پر عہدہ اور منصب پر منصب بڑھانا شروع کیا اور تھوڑے ہی دنوں میں وہ ترقّیاں پاتا ہُوا بادشاہ کے مُصاحبوں میں داخل ہو گیا مجھے بھی اُسے خوش حال دیکھنے سے مسرّت ہوئی اور میں نے جی میں کہا ؎

نہ تنگ دستی میں ہو دِل شکستہ و حیراں
کہ ہے اندھیرے میں پوشیدہ چشمۂ حیواں

دو تین سال بعد جب مَیں حج سے واپس آیا تو دیکھتا کیا ہوں کہ وُہی دوست دو منزلیں بڑھ کر میرے استقبال کو آیا ہے مگر اس کی غریبانہ حالت اور فقیرانہ صُورت دیکھ کر سخت حیرانی ہوئی۔ میں نے بے تابی کے ساتھ

پوچھا "بھائی صاحب، یہ کیا صورت ہے؟"

اُس نے کہا "جو کچھ آپ نے فرمایا تھا آخر وُہی ہُوا۔ حاسدوں کے ایک گروہ نے مجھ پر خیانت کا الزام لگا دیا جس کی تحقیق نہ تو بادشاہ سلامت نے فرمائی نہ پرانے دوستوں نے سچّی بات کہنے کے لیے زبان ہلائی"۔

جاہ اور منصب میں جو جھک جھک کے کرتے تھے سلام
نوکری چھوٹی تو وہ دھرتے ہیں سو سو اتّہام

مختصر یہ کہ عزّت اور آرام کی جگہ مجھے قید کی ذلّت اور مصیبت عطا ہُوئی اور طرح طرح کی تکلیفیں پہنچنے لگیں۔ بارے شکر ہے کہ اِس ہفتے حاجیوں کی سلامتی کی خوشخبری پہنچنے پر دُوسرے قیدیوں کے ساتھ میرے پاؤں کی بیڑی بھی کاٹی گئی اور مانگ کر کھانے کی آزادی مل گئی۔"

میں نے کہا "بھائی جان، میں تو پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ بادشاہوں کی مُلازمت سمندر کی طرح فائدہ مند بھی ہے اور خطرناک بھی۔ ممکن ہے کہ انسان جواہرات سے دامن بھر لے اور ممکن ہے کہ لہروں کے تھپیڑوں میں ہی

چل بسے ؎

یا تو لے آتا سمندر سے ہے موتی غوطہ زن
لاش ہی یا اس کی بہ جاتی ہے بے گور و کفن

حکایت - ۱۵

ایک امیر درویشوں کے ایک گروہ کی نسبت اچھّا خیال رکھتا تھا اور ان کی مالی اِمداد بھی کِیا کرتا تھا۔ اتفاقاً کِسی درویش سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہوئی جس کی درویشوں سے توقّع نہیں کی جاسکتی۔ اِس سے امیر کے اعتقاد میں فرق آگیا اور اُس نے امدادی وظیفہ بند کر دیا۔ اس حال سے واقف ہو کر میں ایک دن اس امیر کے یہاں اس خیال سے گیا کہ کسی ترکیب سے درویشوں کا روزینہ کھُلوا دیا جائے۔ مگر چوکیدار نے دروازے پر ہی روک لیا اور نہایت سختی سے پیش آیا۔

داناؤں نے سچ کہا ہے ؎

نہ جانا بے طلب حُکّام کے ہاں
کہ لیں گے ٹانگ گُتّے اور درباں

اس روک ٹوک کی صاحب خانہ کے مُصاحبوں کو اطلاع ہوئی تو وہ خود باہر آکر مجھے عزّت کے ساتھ اندر لے گئے اور کرُسی پر بٹھانے لگے مگر میں انکسار کی وجہ سے مناسب جگہ پر بیٹھ گیا اور باتوں باتوں میں درویشوں کی بے عزّتی کا ذکر چھیڑ کر عرض کی ؎

غریبوں سے ایسی ہوئی کیا خطا
دیا اُن کو نظروں سے تُم نے گرا
کریمی خُدا ہی کو زیبا ہے بس
جو جُرموں پہ کرتا روزی عطا

امیر کو میری گفتگو کُچھ ایسی پسند آئی کہ اس نے فوراً اُن کا وظیفہ جاری کرنے اور پچھلی تمام رقم بھی دے دینے کا حکم جاری فرما دیا۔ اس پر میں نے شکرگزاری کے ساتھ اپنی دلیری کا عُذر ان لفظوں میں ادا کیا ؎

مارتے پتھّر ہیں سب اس پیڑ کو
جس کی شاخوں پر نظر آئیں ثمر
ہیں سخی بھی اک درختِ بارور
چھوڑ کر محتاج انھیں جائیں کدھر

حکایت - ۱۶

ایک شہزادے نے باپ کے مرنے کے بعد دونوں ہاتھوں سے خزانہ لُٹانا شروع کر دیا۔

یہ حالت دیکھ کر مُصاحبوں میں سے کسی نے شہزادے کو نصیحت کی "جناب کے بُزرگوں نے یہ خزانہ مُدتوں کوشش کر کے جمع کیا ہے۔ آپ کو بھی خرچ کی کمی کی طرف نگاہ رکھنا زیبا ہے کہ کئی ضرورتیں آگے اور کئی دُشمن پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ حاجت کے وقت بغلیں جھانکنی پڑیں۔

اگر سب بانٹ دیجے دولت و زر
تو مشکل سے ملے گا سب کو جَو بھر
مگر جَو جَو بھی لیں ہر اک سے گر ہم
تو ہر روز اِک خزانہ ہو میسّر

شہزادے نے یہ بات اپنی عالی حوصلگی کے خلاف پا کر کہا "خدا نے مجھے اِس لیے سلطنت نہیں دی کہ روپیہ جمع کر کر کے چوکیداری کیا کروں۔ بلکہ اِس لیے دی

ہے کہ آپ بھی کھاؤں اور غریبوں کو بھی کھلاؤں"

مر گیا قارُون جس کے تھے خزانے بیشمار
ہے مگر نوشیرواں کا نام اب تک برقرار

حکایت - ۱۷

نوشیروان عادل کے مُلازم ایک دِن شکار گاہ میں کباب بھوننے لگے تو نمک موجُود نہ تھا۔ اُنھوں نے گاؤں میں کِسی نوکر کو نمک لانے کے لِیے بھیجا۔ نوشیروان نے یہ دیکھا تو فوراً نوکر سے کہا۔ "خبردار! نمک قیمت دے کر لانا۔ ورنہ اِس بُری رسم سے گاؤں برباد ہو جائے گا۔"

حاضرین میں سے کِسی نے عرض کی۔ "جہاں پناہ، ذرا سے نمک سے گاؤں والوں کا کیا بگڑے گا؟" نوشیرواں نے کہا۔ "یاد رکھو، دُنیا میں ظلم کی بُنیاد پہلے بہت تھوڑی تھی لیکن جو شخص آتا گیا، اس پر بڑھاتا چلا گیا۔ دیکھتے نہیں کہ ایک چھوٹے دانے سے سُوئی کی نوک جیسا انکھوا پیدا ہو کر بڑھتے بڑھتے ایک تناور

درخت بن جاتا ہے ؎

جو کھائے باغِ رعایا سے شاہ ایک انار
تو سو درخت اُکھاڑیں گے اس کے خدمتگار
امیر ظلم سے چھینے گر ایک بھی انڈا
تو نوکر اس کے کریں گے ہزار مرغ شکار

حکایت۔۱۸

ایک حاکم شاہی خزانہ بڑھانے کے لیے رعایا پر بے جا سختیاں کیا کرتا تھا۔ حالانکہ داناؤں کا قول ہے کہ جو شخص افسروں کو خوش کرنے کے لیے مخلوقِ الٰہی کو دُکھ دیتا ہے، خُدا اُسی مخلوق کو اس کی سزا پر مقرّر فرما دیتا ہے ؎

آگ اتنا بھُوس کو جلدی جلاتی ہے کہاں
ظالموں کو جس قدر مظلوم کے دِل کا دُھواں

لوگ شیر کو درندوں کا بادشاہ جانتے اور گدھے کو سب سے ذلیل گردانتے ہیں۔ لیکن دانا آدمی پھاڑ کھانے والے شیر سے بوجھ اُٹھانے والے عاجز گدھے

کو بہت اچھا سمجھتے ہیں۔

اچھّا، اب اُس غافل حاکم کا حال سُنو۔ تھوڑے عرصے بعد بادشاہ کو جب اس کی سخت گیری کا حال معلوم ہُوا تو اُس نے تحقیقات کے بعد اسے پھانسی پر لٹکوا دیا ؎

زمانے کے سب عارضی ہیں سُرور
نہ کر جاہ و منصب پہ اتنا غرُور
نِگلنے کو ہڈّی نگل لے کوئی
مگر پیٹ پھاڑے گی آخر ضرور

حکایت-۱۹

ایک ظالِم حاکم نے کِسی نیک بخت غریب کا سَر پتّھر مار کر زخمی کر دیا تھا۔ غریب میں بدلہ لینے کی طاقت نہ تھی۔ اُس نے پتّھر اُٹھا کر اپنے پاس رکھ لیا اور کچھ عرصے بعد جب بادشاہ نے ظالم حاکِم پر ناراض ہو کر اُسے قید کر دِیا تو مظلوم کو بھی خبر مِلی اور وہ پتّھر اس نے جیل خانے میں ظالم کے

سر پر جا مارا۔

بے بس ظالم پتّھر کی چوٹ سے چلّا اُٹھا کہ "او ناخدا ترس! تُونے مجھ بے گُناہ کا سر پتّھر سے کیوں توڑ دیا"۔ مظلُوم نے جواب دیا "حضرت! پہچان لیجیے۔ یہ وُہی پتّھر ہے جو فلاں تاریخ تم نے مجھ بے گُناہ کے سر پر مارا تھا" ظالم نے کہا "پھر اِتنے دِنوں تم کہاں رہے؟" مظلوم بولا "تھا تو یہیں مگر تمھاری طاقت سے ڈرتا تھا۔ اب تم میں وہ زور نہیں رہا تو بدلہ لینے کی جرأت ہُوئی ہے اور وہ امانت جو تم نے مجھے سپُرد کی تھی، میں نے دیانت داری کے ساتھ تمھارے حوالے کر دی ہے"۔

حکایت ۔ ۲۰

ایک بادشاہ کو کِسی خاص مرض کے لیے حکیموں نے ایک خاص عُمر اور صفتوں کے آدمی کا خُون دوا کے طور پر تجویز کیا۔ تلاش کرنے پر ایک زمیندار کے لڑکے میں وہ تمام صفتیں مِل گئیں اور شاہی ملازموں نے لڑکے

کے ماں باپ کو بے شمار مال و دولت دے کر ان سے لڑکا لے لیا۔ قاضی نے بھی فتویٰ دے دیا کہ بادشاہ کی سلامتی کے لیے کسی شخص کا قتل کر دینا جائز ہے۔

جب یہ سب باتیں طے ہو گئیں اور لڑکا قتل گاہ میں لایا گیا تو وہ بے گناہ آسمان کی طرف دیکھ کر ہنس پڑا۔ بادشاہ نے اُسے ہنستے ہوئے دیکھ کر پوچھا "بیٹا" اس وقت ہنسنے کا کیا موقع ہے؟" لڑکے نے عرض کی: "جہاں پناہ! اولاد کو ماں باپ کی محبّت پر ناز ہوا کرتا ہے مگر اُنھوں نے دولت کے لالچ میں مجھے موت کے مُنہ میں جھونک دیا۔ اس کے بعد قاضی کے سامنے دعویٰ پیش کیا جاتا ہے لیکن قاضی صاحب نے بھی میرے قتل کو جائز سمجھ کر فتویٰ دے دیا۔ اس کے بعد قاضی کی نگرانی بادشاہوں کا کام ہے مگر حضور کی صحّت بھی میرے ہی مرنے پر مُنحصر ہے۔ اس لیے میں اپنی قسمت پر ہنستا ہوں کہ میرا خُدا کے سوا کوئی بھی فریاد رس نہیں۔"

بدبخت کرے تو کِس سے فریاد　　اب دیں تو حضُور اس کی دیں داد

لڑکے کی اِن باتوں سے بادشاہ کا دِل بھر آیا اور اس کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسُو جاری ہو گئے۔ اس نے کہا۔" اِس بے گناہ بچّے کے مارنے سے تو میرا ہی مرنا بہتر ہے"۔

اس نے لڑکے کو گود میں لے کر پیار کیا اور کچھ روپیہ اور پوشاک دے کر اس کو واپس کر دیا۔ کہتے ہیں کہ خدا نے ایک ہی ہفتے کے اندر، بادشاہ کی رحم دِلی کے صِلے میں، اُسے صحّت عطا فرما دی۔

گا رہا تھا گیت کیا ہی بے عدیل[1]
فیلباں اِک بر لبِ دریائے نِیل
جیسے کیڑا ہے تیرے پاؤں تلے
تو بھی ویسا ہی ہے زیرِ پائے پِیل[2]

حکایت۔ ۲۱

کسی بادشاہ کے غُلاموں میں سے ایک غلام بھاگ گیا تھا۔ نوکر گرفتاری کو دَوڑے اور آخر ڈھونڈ کر بادشاہ

---

[1] بے مثال [2] فیل۔ ہاتھی۔

کے سامنے لا حاضر کیا۔ وزیر نے کہا: "اسے قتل کر دینا چاہیے تاکہ دُوسرے غُلاموں کو ایسا کرنے کی جُرأت نہ ہو سکے۔"

یہ دیکھ کر غُلام نے بادشاہ کے سامنے ادب سے گردن جُھکا کر عرض کی "جہاں پناہ! غُلام نے حضُور کا نمک کھایا ہے اور نہیں چاہتا کہ قیامت کے دن حضُور میرے خونِ ناحق میں گرفتار ہوں۔ اس لیے اجازت ہو تو پہلے میں وزیر صاحب کو قتل کر لُوں۔ اس کے بعد میرا قتل کرنا بھی جائز ہو جائے گا اور حضُور پر کوئی حرف نہ آئے گا۔"

بادشاہ نے ہنس کر وزیر کی طرف دیکھا تو اس نے کہا "حضورِ والا! براہِ کرم اسے اپنے باپ کی قبر کے صدقے میں آزاد فرما دیجیے۔ کہیں یہ مجھے بھی بلا میں مُبتلا نہ کر دے۔ کیونکہ داناؤں کے اس قول پر عمل نہ کر کے میں نے ہی گُناہ کیا ہے ؎

لڑو گے گر کمینوں سے برادر
تو ناحق اپنا تم تڑواؤ گے سَر

اگر پھینکو گے دُشمن کی طرف تیر
تو یہ بھی جان لو تم خود ہو زد پر

حکایت۔۲۲

کِسی بادشاہ کا ایک نیک دل وزیر شاہی مُلازموں سے بہت اچھا سلوک کرتا تھا۔ اتفاقاً کِسی بات پر ناراض ہو کر بادشاہ نے اُسے قید کر دیا مگر شاہی مُلازِم قید کے دِنوں میں بھی اس کی بدستور پُوری عزّت کرتے تھے اور کبھی بے ادبی و گُستاخی سے پیش نہ آئے ؎

صلح ہو دُشمنوں سے گر منظُور
نیکیوں سے انھیں کرو مسرُور
تلخ سُننے کی گر نہ ہو برداشت
میٹھی بولی کا باندھ لو دستور

تھوڑے دِن بعد اس کی جن باتوں پر بادشاہ ناراض ہُوا تھا، اُن میں سے بعض کی تو صفائی ہوگئی اور بعض کی تحقیقات ہو رہی تھی۔ انھی دنوں ہمسایہ ریاستوں میں سے کسی رئیس نے وزیر کے پاس جیل خانے میں

ایک خط بھیجا کہ آپ جیسے لائق شخص کی قدر نہ کرنے اور بے عزّتی کا برتاؤ ہونے کا حال سُن کر ہمیں سخت افسوس ہُوا۔ اگر آپ ہمارے یہاں آنا پسند کریں تو آپ کی قدر و عزّت میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا جائے گا۔ اِس سلطنت کے سب سردار آپ کے دیدار کے مشتاق اور جواب کے منتظر ہیں۔

نیک دِل وزیر نے اس خط کی پُشت پر ایک ایسا مُناسب جواب لکھ دیا کہ اگر خط پکڑا بھی جائے تو خرابی کا باعث نہ ہو۔ اتّفاقاً کِسی نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ فلاں وزیر جِسے حضوُر نے قید کر رکھا ہے، دُوسرے رئیسوں سے خط و کتابت کر رہا ہے۔ بادشاہ نے سُنتے ہی قاصد کو پکڑوا بلایا اور خط کھول کر پڑھوایا۔ اس میں لکھا تھا:

"آپ کا نیک گُمان میری قابلیّت سے بہت بڑھ کر ہے، جس کے لِیے تہ دِل سے شُکر گزار ہُوں۔ لیکن مُلازمت کا جو اِرشاد ہُوا ہے، خاکسار کِسی طرح بھی اِسے منظُور نہیں کر سکتا کیونکہ میں اسی خاندان کا پروردہ

ہُوں اور ذرا سی خفگی پر اپنے پُرانے مخدُوم و آقا سے پھر جانا اور بے وفائی کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔

جن کے ہر وقت ترے حال پہ ہوں لُطف و عطا
بخش دے اُن کو جو ہو جائے کبھی اُن سے خطا

بادشاہ کو وزیر کی نمک حلالی اور نیک خیالی ایسی پسند آئی کہ فوراً قید سے رہا فرما کر خلعت و انعام دیا۔ بلکہ عُذر خواہی بھی فرمائی کہ افسوس مجھ سے تم جیسے خیر خواہ اور نمک حلال شخص کے ستانے میں بہت غلطی ہوئی۔

نیک دل وزیر نے عرض کی "جہاں پناہ! اس معاملے میں مجھے حضور سے کوئی شکایت نہیں۔ کیونکہ یہ تکلیف و ذلّت تو میری قسمت میں لکھی تھی۔ دُشمن کے ہاتھوں پہنچنے کی بجائے اگر حضُور کے ہاتھ سے پہنچ گئی تو اور بھی اچھّا ہُوا کہ میں حضُور کا زیر بارِ احسان بھی ہوں" ۔

خدا کے ہاتھ ہے اِعزاز و ذلّت
کِسی کے بس میں کب ہے رنج و راحت
اسی نے دوست دشمن ہیں بنائے

اُسی کے ہیں یہ سب اپنے پرائے
نکلتا ہے کماں سے گو سدا تیر
مگر ہے ہاتھ کی چلنے میں تدبیر

حکایت-۲۳

ایک بادشاہ اہل کاروں کو حُکم دے رہا تھا کہ فلاں شخص کی تنخواہ بڑھا دو کیونکہ خیر خواہ باصفا اور بہت خدمت گزار اور باوفا ہے۔ حالانکہ اکثر ملازم لاپروائی میں حقوقِ خدمت ادا نہیں کرتے۔ ایک ولی اللہ سُن رہے تھے۔ وہ بے قرار ہو کر چلّا اُٹھے" دوستو! درگاہِ الٰہی میں بھی ترقّی و تنزّل کے یہی سامان ہیں۔ نیکی اور بدی ضائع نہیں جاتی"۔

کرے جو جا کے کوئی روز روز شہ کو سلام
ضرور پائے گا اک روز عزّت و آرام
خُدا کے لُطف سے رہ سکتے ہیں وہ کب محرُوم
جو اپنے آپ کو اس کا بنا چکے ہوں غُلام

حکایت ۔ ۲۴

ایک ظالم اہل کار غریبوں سے بیگار میں لکڑیاں منگاکر امیروں اور دولت مندوں کے ہاتھ مہنگے داموں بیچا کرتا تھا۔ یہ حال دیکھ کر ایک بزرگ نے فرمایا ؎

دِل غریبوں کا اس قدر نہ ستا
آہ دیتی ہے آسماں کو ہلا

ظالم اہل کار اس نصیحت پر تو کیا کان دھرتا اُلٹا نصیحت کرنے والے سے ناراض ہو گیا۔ اتّفاق سے اسی روز رات کے وقت باورچی خانے سے ایک آگ کی چنگاری لکڑیوں کے انبار میں جا پڑی اور تمام مال و اسباب، مکان و دُکان وغیرہ جل کر خاک سیاہ ہو گئے۔ اب وہ ظالم دوستوں میں بیٹھا ہُوا افسوس کر رہا تھا کہ "خُدا جانے میری بربادی کے لیے یہ آگ کہاں سے پیدا ہو گئی؟" اِتنے میں نصیحت کرنے والے بزرگ کا اُدھر سے گزُر ہُوا۔ اُنھوں نے فرمایا۔ "بھائی! یہ تو غریبوں کی آہ تھی۔ ورنہ وُہی آگ جو روز باورچی خانے میں جلتی

ہے۔ آج سارے گھر کو کیوں جلا دیتی''؟ سہ

جس قدر عُمر کا زمانہ ہے
چلتے پھرتے گزار جانا ہے
آج مالک اگر ہیں، کل مملوک[1]
یُوں ہی دُنیا کا کارخانہ ہے

حکایت۔ ۲۵

ایک مشہور پہلوان کُشتی کے فن میں بہت ماہر تھا۔ وہ تین سو ساٹھ داؤ جانتا تھا اور ہر روز نئے سے نئے پیچ کے ساتھ کُشتی لڑا کرتا تھا۔ شاگردوں میں سے ایک پٹھے پر اس کی نظرِ عنایت تھی۔ یہاں تک کہ پہلوان نے اس کو تین سو اُنسٹھ داؤں تک سکھا دیے تھے۔ صرف ایک ہی پیچ ایسا رہ گیا تھا جس کے بتانے میں وہ ہمیشہ ٹال مٹول کیا کرتا اور حیلے بہانے سے کام لیتا۔

جب نوجوان شاگرد پہلوانی کے فن میں یہاں تک طاق ہو گیا کہ اس کے ساتھ کسی کو زور آزمائی کی جرأت

---

[1] غلام۔ نوکر

نہ رہی تو اُس نے ایک دِن بادشاہ سے عرض کی۔ "جہاں پناہ! اور تو اور اُستاد کو بھی اب مجھ پر صرف اُستادی ہی کی فضیلت رہ گئی ہے ورنہ حقیقت میں نہ تو وہ قوّت میں میرے برابر ہے نہ داؤ پیچ میں"۔ بادشاہ کو نوجوان کا یہ بڑا بول بُرا معلُوم ہُوا اور اس نے دونوں کو ایک دنگل میں کُشتی دِکھانے کا حکم دے دیا۔

ایک میدان میں کُشتی کا اِنتظام کیا گیا اور اُستاد و شاگرد کی کُشتی دیکھنے کو درباری، اہل کار، دیوان اور دُور و نزدیک کے تمام پہلوان جمع ہو گئے۔

نوجوان پہلوان دنگل میں مست ہاتھی کی طرح اس شان سے داخل ہُوا کہ پتّھر کی دیوار ہو تو اُسے بھی دم بھر میں گرا دے۔ اُستاد بھی سمجھتا تھا کہ جوان کی قوّت مجھ سے بدرجہا زیادہ ہے اس لیے اس نے کُشتی شروع ہونے پر اُسی ایک باقی ماندہ داؤ سے زور آزمائی شروع کی جو اب تک نوجوان کو نہ سِکھایا تھا۔ چونکہ جوان اس کا توڑ نہ جانتا تھا اِس لیے فوراً گھبرا گیا اور اُستاد نے اُسے دونوں ہاتھوں سے سر کے اُوپر

اُٹھا کر آن کی آن میں زمین پر چت گرا دیا۔

حاضرین نے خوش ہو کر تالیاں بجائیں اور وہ مارا کا شور برپا ہو گیا۔ بادشاہ نے اُستاد کو انعام و خلعت دیا اور شاگرد سے بولا "نالائق! تو نے اپنے پالنے والے سے مقابلہ کر کے ناحق مُنہ کی کھائی"۔ جوان نے عرض کی "قبلۂ عالم! اُستاد نے مجھ پر زور و قوّت کی بدولت فتح نہیں پائی بلکہ وہ اسی ایک داؤ سے جیتا ہے جو وہ مجھ سے ہمیشہ چھپائے رکھتا تھا"۔ اُستاد نے کہا: بیشک میں نے وہ داؤ اسی دن کے لیے رکھ چھوڑا تھا کیونکہ داناؤں کا قول ہے "دوستوں کو اتنی قوّت نہ دو کہ جب چاہیں دُشمنی کر سکیں" جیسا کہ کسی تجربہ کار نے اپنے تجربے کی بُنیاد پر کہا ہے ؎

اب وفا کی بھلا ہو کیا توقیر[1]
بے وفا ہو گئے جوان و پیر[2]
جو سکھاتا ہے تیر اندازی
چھوڑتے ہیں اسی پہ پہلا تیر

---

[1] عزّت [2] بوڑھا

حکایت-۲۶

ایک درویش کسی جنگل میں تنہا بیٹھا ہُوا تھا۔ اتفاقاً بادشاہ کی سواری کا گزر ہُوا۔ مگر درویش نے اس کی طرف توجّہ نہ کی۔ بادشاہ کو درویش کی یہ حرکت ناگوار گُزری اور اس نے کہا "یہ گدڑی پوش لوگ جانوروں کی طرح بیوقوف ہیں۔ بادشاہوں کی عزّت کرنا نہیں جانتے"۔ وزیر نے درویش سے پُوچھا "بندۂ خدا، آخر یہ کیا حرکت ہے کہ بادشاہِ وقت تمھارے سامنے سے گزریں اور تم سلام تک نہ کرو"۔ درویش نے کہا "وزیر صاحب! اوّل تو بادشاہ کو سلام کی اُمیّد اس سے رکھنی چاہیے جو بادشاہ سے اِنعام کی توقّع رکھتا ہو۔ دُوسرے رعایا کی حفاظت بادشاہوں کا کام ہے۔ بادشاہوں کی پُوجا رعایا کا کام نہیں ہے

کوئی ہو کیسا ہی شاہِ ذی وقار[۱]
چاہیے ہو بے کسوں کا غمگسار[۲]

---

۱ عزّت والا ۲ غم کھانے والا - ہمدرد

بھیڑ بکری واہے کی خدمت کو نہیں
ہے گڈریا بھیڑ کا خدمت گزار

بادشاہ نے درویش کی باتوں سے خوش ہو کر فرمایا۔ "فقیر صاحب! کچھ فرمایش کیجیے کہ پوری کر دی جائے" درویش نے کہا۔ "بس یہی مانگنا ہے کہ پھر تشریف نہ لایئے گا۔" بادشاہ نے کہا "کوئی نصیحت ہی فرمائیے"۔ درویش نے کہا ؎

ہاتھ چلتا ہے ترا اس وقت تو نیکی کما
دیکھتے ہی دیکھتے ہوتی ہے یہ دولت ہوا

حکایت - ۲۷

ایک وزیر نے کسی ولی اللہ کی خدمت میں جا کر عرض کی۔ "میں دن رات بادشاہ کی خدمت میں حاضر رہ کر سچے دل سے اس کی جان و مال کو دعا دیتا اور رعبِ شاہی سے ہر وقت لرزتا کانپتا رہتا ہوں۔ دعا فرمائیے کہ مجھے اس فرمانبرداری کا صلہ مل جائے۔"
ولی اللہ سن کر رو دیے اور فرمایا۔ "اگر میں خدا کو

اسی طرح چاہتا جیسا کہ تم بادشاہ کو چاہتے ہو تو بخدا صِدّیقوں[1] کے گروہ میں شامل ہو جاتا ہے

گر نہ ہوتا خیالِ راحت و غم
رکھتا درویش آسماں پہ قدم
حق سے ڈرتے فرشتہ بن جاتے
جیسا ڈرتے ہیں بادشاہ سے ہم

حکایت - ۲۸

ایک بادشاہ نے کسی بے گناہ کے قتل کا حکم دیا تو غریب نے کہا "جہاں پناہ! مجھ پر بے وجہ غصّے ہو کر اپنے لیے مُصیبت نہ خرید لیجیے گا کہ آپ کا عتاب تو مجھ پر ایک دم گُزر جائے گا مگر ظلم کا عذاب آپ پر ہمیشہ سوار رہے گا"

زمانے کو سمجھو ہوا کی مثال
سدا کب رہے ہیں خوشی اور ملال
کسی نے کیا ظُلم گر ایک بار
ہمیشہ رہا مُبتلائے وبال

---

[1] صدّیق - سچّا - وفادار دوست

بادشاہ کو اِس بات سے اِتنی عبرت ہوئی کہ بے گناہ کو فوراً رہا فرما دیا۔

حکایت-۲۹

نوشیرواں کے وزیر کسی معاملے میں بحث کرتے ہوئے اپنی اپنی رائے پیش کر رہے تھے کہ اِتنے میں بادشاہ نے بھی اپنی رائے ظاہر فرمائی اور اس کی بزرجمہر (وزیرِ اعظم) نے فوراً تائید کر دی۔

وزیروں نے تنہائی میں بزرجمہر سے پُوچھا۔ "آپ نے بادشاہ کی رائے کو اِتنے داناؤں کی راؤں پر کیوں فوقیت دی؟" بزرجمہر نے جواب دِیا "بات یہ ہے کہ اِنسان کسی معاملے کے انجام سے واقف نہیں ہُوا کرتا۔ اِنسان کی تدبیریں خُدا کی مرضی کی مُحتاج ہوتی ہیں۔ ممکن ہے کہ ٹھیک ہوں، اور ممکن ہے کہ غلط ہوں۔ پس بادشاہ کی رائے سے موافقت میں اگر تدبیر کارگر نہ بھی ہو تو ہم اس کی ناراضی سے تو محفوظ رہ سکتے ہیں۔"

ے

حاکموں کی رائے سے کرنا خلاف
ہاتھ دھونا جان سے اپنی ہے صاف
شاہ گر دِن کو بتائے رات ہے
"ہاں بجا" کہیئے، نہ کیجے اِختلاف

حکایت ۔۳۰

ایک مکار سیّاح اپنے آپ کو علی کی اَولاد بتا کر حاجیوں کے قافلے کے ساتھ اِس طرح ایک شہر میں داخل ہُوا کہ گویا حج سے واپس آیا ہے۔ پھر وہاں کے بادشاہ کے حضور ایک فصیح و بلیغ قصیدہ بھی پیش کیا۔ جس پر بادشاہ نے اُسے علوئیؔ اور فاضل سمجھ کر بہت انعام و اکرام عطا فرمایا۔

اِتفاقاً شاہی مصاحبوں میں سے ایک شخص اسی سال سفر سے واپس آیا تھا۔ اس نے کہا "میں نے تو اس شخص کو بقر عید کے دِن بصرے میں دیکھا تھا۔ یہ حاجی کیسے ہو سکتا ہے؟

ؔ حضرت علیؓ کی اولاد

دوسرے نے کہا۔ ”اس کا باپ تو مالٹا کا رہنے والا ایک عیسائی تھا۔ علوی کیسے بن سکتا ہے“؟ اس کے علاوہ کسی نے اس کے قصیدے کے اشعار بھی ”دیوانِ انوری“ میں دکھا دیے۔

یہ دیکھ کر بادشاہ نے فرمایا: ”جس شخص نے اِتنے جھوٹ بولے اور اتنے فریب کیے ہوں اسے سخت سزا دینی چاہیے“۔ اس پر جھوٹے مکّار نے عرض کی۔ ”حضور، ایک بات کہنے کی اجازت مِل جائے۔ اگر سچ نہ ہو تو جو سزا بھی حضور میرے لیے تجویز کریں بجا ہوگی“۔ بادشاہ نے فرمایا۔ ”بہت خوب، وہ بھی کہہ“۔ اس نے کہا ؎

چھاچھ میں چمچہ بھر دہی ہو اگر
دس گُنا پانی ڈالتے ہیں بشر
ہم سے بکواسیوں کی بات میں بھی
سچ ہو رتّی تو جھُوٹ تولہ بھر

بادشاہ نے ہنس کر فرمایا۔ ”واقعی اس نے عُمر بھر اس سے سچّی بات نہ کہی ہوگی“۔ یہ کہہ کر بادشاہ نے اس کا قصور معاف کر دیا۔

حکایت-۳۱

ایک دفعہ ہارونُ الرّشید کا بیٹا باپ کے پاس غصّے میں بھرا ہُوا آیا اور بولا "فُلاں سپاہی کے لڑکے نے مجھے گالی دی ہے"۔ ہارُون نے مُصاحبوں کی طرف دیکھ کر پوچھا "ایسے شخص کو کیا سزا دینی چاہیے؟" اس پر کسی نے قتل کا اشارہ کیا، کسی نے زبان کھینچنے کا مشورہ دیا، کسی نے جائداد کی ضبطی کا تو کسی نے قید کا۔

ہارُون نے سب کی سُن کر شہزادے سے فرمایا۔ "بیٹا! مہربانی کے تو یہ معنی ہیں کہ بخش دو۔ اگر بخشنے کی ہمّت نہیں تو تم بھی اسے گالی دے لو۔ اس سے زیادہ بڑھو گے تو ظُلم گنا جائے گا اور قیامت کے دن دشمن دعوے دار ہو گا"۔

لوگ کہتے نہیں اُسے دانا
شیر سے جا کے جو لڑے تنہا
ہے جوانمرد عاقلوں میں وُہی
جو نہ غصّے میں دے خدا کو بھلا

حکایت-۳۲

میں ایک دفعہ چند امیروں کے ساتھ کشتی میں بیٹھا دریا کی سیر کر رہا تھا کہ ہمارے پیچھے ایک ڈونگا ڈوب گیا اور اس میں سوار دو بھائی ایک بھنور میں جا پڑے۔ کشتی نشینوں میں سے ایک صاحب نے ملّاحوں سے کہا "اگر اِن دونوں کو پکڑ لاؤ تو ہر ایک کے لیے پچاس روپے اِنعام دِیے جائیں گے۔"

اُسی وقت ایک ملّاح نے پانی میں کُود کر ایک کو تو پکڑ لیا اور دُوسرا ڈُوب گیا۔ میں نے کہا "افسوس! اِس غریب کی عُمر ہی ختم ہو چکی تھی۔ ملّاح نے ہنس کر کہا "یُوں تو جو کچھ آپ نے فرمایا، وہی درست ہے مگر ایک بات اور بھی ہے۔ ایک دفعہ میں جنگل میں تھک ہار کر بیٹھا ہُوا تھا کہ اس شخص نے مجھے مہربانی سے اپنے ساتھ اونٹ پر بٹھا لیا تھا۔ اس لیے قدرتی طور پر اس کو بچانے کے لِیے میرا ہاتھ پہلے بڑھا۔ ڈُوبنے والے نے لڑکپن میں ایکدفعہ میرے کوڑا مارا تھا۔

اس لیے اس کی طرف میں نے توجّہ نہ کی اور وہ ڈوب گیا۔"

میں نے کہا "خُدا نے سچ فرمایا ہے کہ جو شخص نیک کام کرتا ہے اس کا نفع بھی اُسی کی ذات کے لیے ہے اور جو بُرا کام کرتا ہے، اس کا وبال بھی اسی کے واسطے ہے ؎

دل نہ ہرگز کسی بشر کا دُکھا
چل نہ وہ راہ جس میں ہو کھٹکا
آج تُو کام آ غریبوں کے
کل بنائیں گے کام وہ تیرا

حکایت-۳۳

دو بھائی تھے- ان میں سے ایک تو بادشاہ کی نوکری کرتا اور دُوسرا اپنی گاڑھی کمائی سے روزی کماتا تھا- ایک دفعہ دولت مند بھائی نے اپنے غریب بھائی سے کہا "تُم نوکری کیوں نہیں کر لیتے تاکہ کام کرنے کی محنت سے چھُوٹ جاؤ؟" غریب نے کہا "آپ نوکری

کیوں نہیں چھوڑ دیتے کہ خدمت گاری کی ذلّت سے نجات مل جائے؟ داناؤں کا قول ہے کہ جَو کی روٹی کھا کے بیٹھ رہنا قیمتی کپڑے پہن کر حاکم کی خدمت میں کھڑے ہونے سے کئی درجہ بہتر ہے۔" ؎

کھانے کپڑے کی فکر میں ہر دم
زندگی ہو گئی سراپا غم
صبر کر لیں جو خشک روٹی پر
خدمتِ غیر میں نہ ہو سر خم

حکایت۔ ۳۴

کوئی شخص نوشیروانِ عادل کے روبرو یہ خوش خبری لے کر پہنچا کہ "آج حضور کا فلاں دشمن مر گیا ہے۔" نوشیرواں نے فرمایا "کہیں یہ بھی سُنا ہے کہ خُدا نے مجھے موت سے بری کر دیا ہے؟" ؎

مرنے سے عدو کے کیا مسرّت
خود ہم بھی تو مر مٹیں گے حضرت

حکایت ۔ ۳۵

نوشیرواں کے دربار میں داناؤں کی ایک جماعت کسی معاملے میں گفتگو کر رہی تھی اور بزرجمہر خموشی سے سُن رہا تھا۔ کسی مُشیر نے کہا "کچھ آپ بھی تو فرمائیں" بزرجمہر نے کہا "دانا لوگ طبیبوں کے مانند ہیں اور تم جانتے ہو کہ کوئی طبیب بیمار کے سوا اچھّے بھلے آدمی کو دوا نہیں دیتا۔ پس جب تمھاری رائے دُرست ہو تو مجھے خواہ مخواہ دخل دینے کی کیا ضرورت ہے"

گر اندھے کو کنوئیں کے پاس پاؤ
تو بے شک راستا اس کو بتاؤ
مگر جو کام ہو بے بحث و تقریر
نہ دے کر دخل ہونا آپ دِلگیر

حکایت ۔ ۳۶

کہتے ہیں کہ ہارُونُ الرّشید نے جب مصر فتح کیا تو اِس خیال سے کہ فرعون نے اسی مُلک کی بادشاہی پر

مغرور ہو کر خدائی کا دعویٰ کر دیا تھا
یہ ارادہ کر لیا کہ میں اس کی حکومت کسی ایسے
شخص کو دوں گا جو بہت ذلیل ہو" پس
اس نے ایک حبشی غلام کو جو اس کے غلاموں میں
سب سے کم عقل اور بدشکل تھا، مصر کا گورنر بنا دیا۔
اس غلام کی عقل و دانائی کا یہ عالم تھا کہ ایک سال
جب مصر کے زمیندار اس کے پاس یہ عرض کرنے حاضر
ہوئے کہ "اب کے ہم نے دریائے نیل کے کنارے روئی
بوئی تھی جسے بے وقت بارش نے برباد کر دیا ہے، اس
لیے محصول معاف فرمایا جائے" تو اس نے کہا۔ "نادانو!
پشم کیوں نہ بوئی کہ بارش سے خراب نہ ہوتی؟" ایک
دانا نے سُن کر کہا ؎

بخت و دولت نہیں لیاقت پر
ہیں یہ باتیں تمام قسمت پر
کیمیاگر تو رنج میں مر جائے
مُفت احمق مگر خزانہ پائے
ہر طرف ہے جہاں میں یہ بھرمار

بے ہُنر مال دار، دانا خوار

حکایت-۳۷

کِسی نے سکندرِ اعظم سے پُوچھا کہ آپ نے مشرق سے مغرب تک کے ملک کیسے فتح کر لیے؟ اتنے مُلک تو آپ سے پہلے بادشاہوں نے باوجُود لمبی عمروں اور بےشمار فوج اور خزانوں کے بھی نہ لیے تھے؟" سکندر نے جواب دیا۔ "خدا کی مہربانی سے۔ مَیں نے جو مُلک لیا ہے نہ تو اُس کی رعایا کو دُکھ دیا اور نہ پُرانے رئیسوں اور جاگیرداروں کی جاگیریں چھینیں اور نہ پچھلے بادشاہوں کا نام بُرائی سے لیا"۔

کام سب دُنیا کے ہیں ناپائیدار
شان و شوکت اور حُکمِ گیر و دار[1]
نام نیکوں کا سدا نیکی سے لے
نام تیرا بھی رہے گا برقرار

---

[1] پکڑ دھکڑ

درویشوں کا خُلق

حکایت - ۱

کسی نے ایک بزرگ سے پوچھا۔ "فلاں شخص کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے"؟ کہا "ظاہر میں کوئی عیب نہیں معلوم ہوتا اور باطن کے متعلّق میں غیب کا علم نہیں جانتا" [۱]

جس کو ظاہر میں باخدا مانو
اس کے باطن کو کیوں بُرا جانو
مُحتسِب[۲] گھر میں گُھس نہیں سکتا
تُم بھلا دِل کا حال کیا جانو

---

[۱] دِین دار [۲] کوتوال

حکایت - ۲

ایک چور کسی درویش کے گھر میں چوری کرنے کے لیے گیا۔ مگر وہاں کیا دھرا تھا۔ ناچار خالی لوٹنا پڑا۔ یہ حال دیکھ کر درویش نے اپنی وہ گودڑی چور کے راستے میں ڈال دی جس میں وہ سو رہا تھا تاکہ چور خالی ہاتھ نہ جائے ؎

جو ہوتے ہیں مردانِ راہِ خُدا
نہیں کرتے دُشمن کا بھی دِل بُرا
مِلے تجھ کو رُتبہ یہ کیونکہ کہ تُو
ہے احباب سے کرتا مکر و ریا

پاک دِلوں کی محبّت ظاہر و باطن برابر ہوتی ہے۔ یہ نہیں کہ پیٹھ پیچھے تو عیب گنیں اور سامنے دوستی کا دم بھریں ؎

سامنے بھیڑ کی طرح مِسکیں
پیچھے خونخوار بھیڑیے کی مثال

حکایت - ۳

چند درویش ایک دُوسرے کے رنج و راحت میں شریک، سیر و سفر کر رہے تھے۔ ان کا ساتھی بننے کی میں نے بھی خواہش کی مگر انھوں نے منظور نہ فرمایا۔ میں نے کہا۔ "صاحبو! درویشوں کی صحبت سے جی چُرانا اور انھیں اپنے فیضِ صُحبت سے محرُوم رکھنا اوّل تو میں آپ صاحبوں کے اخلاق و مروّت سے بعید سمجھتا ہُوں دوسرے یہ بھی اِطمینان دِلاتا ہوں کہ بندہ یارِ شاطر[۱] ہے۔ انشاءاللہ بارِ خاطر[۲] ثابت نہ ہوگا۔" یہ سُن کر ایک صاحب بولے: "آپ ناراض نہ ہوں۔ اصل میں بات یہ ہے کہ پچھلے دنوں ایک درویش صُورت چور ہماری جماعت میں شامل ہو گیا تھا جسے ہم نے بغیر کسی بدگمانی کے شریکِ حال کر لیا۔ کیونکہ ؎

گودڑی ہے فقر کا ظاہر لباس
خُلق ہوں اچھے تو پھر ہے کیا ہراس

---

۱ عقل مند دوست ۲ دل کا بوجھ۔ ناگوار

جی میں جو آئے پہن پوشاک تُو
رکھ مگر اعمال اپنے پاک تُو
تاج سر پر ہاتھ میں جھنڈا ہو گر
صاف ہو دِل تو نہیں کچھ بھی خطر
ترکِ دُنیا لذّتوں کی ہے فنا
محض خرقے[1] میں نہیں کچھ بھی دھرا

ایک دن ہم لوگ صبح سے شام تک پیدل سفر کرنے کے بعد رات کو ایک قلعے کی دیوار کے نیچے سو رہے تھے کہ وہی چوٹّا یاروں کا لوٹا طہارت کے بہانے سے اُٹھا کر چلتا ہُوا اور قلعے میں سے ایک جواہرات کا ڈبّا چُرا کر چمپت ہو گیا۔ دِن نِکلنے تک وہ کہیں سے کہیں جا پہنچا ہو گا۔ پولیس نے ہم سب لوگوں کو شُبہ میں دھر لیا اور مار مار کر کچُومر نکال دیا۔ پس اُس روز سے ہم نے یار باشی[2] سے توبہ کر کے اپنی چھوٹی سی ٹولی پر قناعت کر لی ہے کہ تنہائی میں سلامتی اور دُوئی میں آفتیں پیدا ہو جاتی

---

[1] خرقہ۔ فقیری لباس۔ گودڑسی۔ [2] دوستی

ہیں ؎

کِسی نے قوم سے گر کی شرارت
تو ہو جاتی ہے عزت سب کی غارت
کرے اک بَیل گلّے سے جو نقصان
تو سب گلّے کی آجاتی ہے شامت

میں نے کہا۔" خدا کا شکر ہے کہ اس نے اب بھی مجھے آپ لوگوں کے فیض سے بے نصیب نہیں رکھا۔ صُحبت تو میسّر نہ ہوئی مگر اس داستان نے معلُومات ضرُور بڑھا دی ہیں"۔ ؎

صُحبتِ ناجنس کو جانو عذاب
ہے مناسب اس سے ہر دم اجتنابؔ[1]
ایک کُتّا گھُس کے کر دے گا غلیظ
گر بھرا ہو حوض میں عرقِ گُلاب

حکایت ۔ ۸

ایک مشہور زاہدؔ[2] کو کسی بادشاہ نے دعوت پر بُلایا۔

---

[1] پرہیز۔ بچنا [2] پرہیزگار۔ پارسا

جب کھانے پر بیٹھے تو زاہد نے عادت کے مطابق بہت کم کھایا اور نماز کو اُٹھے تو معمول سے زیادہ پڑھی ؎

مجھے شک ہے کہ تم کعبے کو پہنچو
میاں یہ راہ تُرکستان کی ہے

دعوت سے فارغ ہو کر زاہد صاحب گھر پہنچے تو بھوک لگ رہی تھی۔ کھانا طلب فرمایا تو لڑکے نے پُوچھا "ابّا جان! آپ تو شاہی مہمان تھے۔ کیا وہاں کھانا نہیں ملا؟" زاہد نے کہا۔ "کھانا تو بہت تھا مگر میں نے اِس لیے پیٹ بھر کے نہیں کھایا کہ شاید یہ کم کھانا کچھ کام دے جائے" لڑکے نے کہا۔ اب کھانا کھا کے نماز بھی دوبارہ پڑھ لیجیے کہ خدا کے یہاں نُمائشی عبادت بھی کوئی کام نہ دے گی" ؎

جو دکھاتا ہو فقط علم و ہُنر
اپنے عیبوں پہ ڈال کر چادر
کھوٹے داموں سے کیا خریدے گا
مُفلسی کے دِنوں میں وہ بے زر

حکایت ۔ ۵

کسی محفل میں ایک بزرگ کی تعریف ہو رہی تھی اور ان کی نیک صفتیں مبالغے کے ساتھ بیان کی جا رہی تھیں۔ بزرگ بھی موجود تھے۔ فرمایا "میں آپ صاحبوں کی نسبت اپنی حالت خوب جانتا ہوں" ؎

مور ہے لوگوں کی نظروں میں حسیں
اپنے پاؤں سے ہے لیکن شرمگیںؔ[1]
گو سمجھتے ہیں مجھے احباب نیک
بات نیکی کی مگر مجھ میں نہیں!

حکایت ۔ ۶

ایک رات مکّے کے جنگل میں بے خوابی اور تھکن کے باعث میرے پاؤں چلنے سے رہ گئے تھے۔ اس لیے میں نے لمبی تان کر اونٹ والے سے کہا "تم چلو۔ مجھے یہیں چھوڑ دو۔"

---

[1] شرمندہ

اُونٹ بھی جب ہار تھک کر گر پڑیں
پھر بھلا انسان کیونکر چل سکیں
زور والے بھی ہوں جب تھک کر نڈھال
کیوں نہ پھر کمزور و لاغر مر رہیں

اس نے کہا۔ "بھائی جان! کعبہ آگے ہے اور ڈاکو پیچھے۔ بڑھو گے تو بچو گے اور پڑے رہو گے تو مرو گے"

راہ میں نیند گو خوش آتی ہے
جان پر بھی وبال لاتی ہے

حکایت۔ ۷

ایک بزرگ کو کسی چیتے نے زخمی کر دیا تھا۔ اس سے انھیں سخت تکلیف ہوا کرتی تھی لیکن وہ اِس پر بھی خُدا کا شُکر ادا کیا کرتے تھے۔ میں نے ایک دن ان سے کہا: "حضرت! اِس حالت میں آپ کِس نعمت کا شُکر ادا فرماتے ہیں؟" کہا۔ "بھائی جان! شُکر اِس بات کا ہے کہ میں بلا میں مُبتلا ہوں۔ سزا میں گرفتار نہیں۔"

ڈر نہیں اپنی جان جانے کا
خوف ہے اُس کے رُوٹھ جانے کا

سچ ہے اللہ کے بندے فنا ہو جاتے ہیں مگر گُم راہ نہیں ہوتے۔

حکایت۔ ۸

ایک درویش کو ضرورت نے مجبور کیا تو اس نے ایک دوست کے گھر سے کمبل چُرا کے بیچ ڈالا۔ پولیس نے عدالت میں چالان کیا تو حاکم نے ہاتھ کاٹنے کا حکم جاری کر دیا مگر کمبل والے نے سفارش کی کہ "جنابِ عالی! اسے رہا فرما دیا جائے۔ میں نے اِسے کمبل بخش دیا ہے۔" حاکم نے کہا: "تمھارے کہنے پر بھلا قانون کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔" کمبل والے نے عرض کی: "یہ تو آپ نے سچ فرمایا مگر جو شخص مالِ وقف[۱] میں سے کوئی چیز لے لے، اسے چوری نہیں کہہ سکتے اور ظاہر ہے کہ فقیروں کے یہاں جو کچھ بھی مال ہو، وہ محتاجوں کے لیے

---

[۱] خدا کی راہ میں چھوڑا ہُوا مال جس کا کوئی مالک نہ ہو۔

وقف ہے۔"

حاکم نے مجبور ہو کر چور کو چھوڑ تو دیا مگر ساتھ ہی سخت ملامت کی کہ "نالائق! تو نے چوری بھی کی تو ایسے سچے دوست کے یہاں؟" چور درویش نے کہا "آپ نے داناؤں کا یہ قول نہیں سُنا کہ مصیبت کے وقت دوستوں کی جیبیں خالی کر لو مگر دشمنوں کے دروازے پر نہ جاؤ۔"

مُفلسی سے ہار کر ہمّت نہ ہو اندوہگیں[۱]
کھال دُشمن کی اُتار اور دوستوں کی پوستیں[۲]

حکایت - ۹

کسی بادشاہ نے ایک ولی اللہ سے پُوچھا "کبھی آپ مجھے بھی یاد فرماتے ہیں؟" کہا "کیوں نہیں۔ جب خدا یاد نہیں رہتا تو آپ یاد آجاتے ہیں۔"

وہی پھرتا ہے مارا در بدر جس کو بِسارے[۳] وہ
کسی کے در پہ کیوں جائے بھلا جس کو سہارے وہ

---

[۱] غمگین۔ [۲] کھال کا بنا ہُوا لباس [۳] بسارنا۔ بھولنا۔

حکایت - ۱۰

کسی بزرگ نے خواب میں ایک بادشاہ کو بہشت میں اور اس کے پیر کو دوزخ میں دیکھا تو اپنے مُرشد سے اس کا سبب پُوچھا۔ اُنھوں نے فرمایا: "بادشاہ تو نیکوں کی خدمت کے سبب بہشت میں ہے اور درویش بادشاہ کی مصاحبت کو غنیمت جاننے کی وجہ سے دوزخ میں"۔

سب یہ تسبیح اور قبا داری[1]
ہے فقط ظاہری دُکاں داری
صاف دل ہو تو کیا ہے اندیشہ
سر پہ گو ہو کُلاہِ تاتاری[2]

حکایت - ۱۱

ایک فقیر جو ننگے پاؤں اور ننگے سر تھا شہر کوفہ سے حاجیوں کے قافلے میں، ہمارے ساتھ ہو لیا۔ وہ پیدل چلتے ہوئے گنگناتا جاتا تھا ے

---

[1] عالموں اور صوفیوں کا لباس [2] تاتاریوں کی ٹوپی جس سے رُعب اور شان و شوکت ظاہر ہوتی ہے۔

گو پیادہ ہوں میں سوار نہیں
میری ہستی کسی پہ بار نہیں
نہ سہی گو میں بادشاہِ زماں[1]
شاہ کا بھی تو چوبدار نہیں
غم نہیں مجھ کو لینے دینے کا
شکر ہے گرچہ مال دار نہیں
اس سے کیا ہوگی زندگی اچھی
کہ خدا کا گلہ گزار نہیں

ایک دولت مند سا تڈنی سوار نے کہا۔ "درویش کہاں جاتا ہے؟ لوٹ جا کہ ناحق سختی میں جان گنوائے گا۔" لیکن اس نے اپنی دُھن میں کچھ نہ سُنا اور بدستور اپنی راہ چلتا رہا۔ آخر ایک آدھ دن میں جب ہم نخلہ بنی محمودِ[2] میں پہنچے تو قضا نے دولت مند کو آلیا۔ درویش نے دیکھا تو کہا:۔

اُونٹ پر مر گئے تم۔ میں نہ مرا چلنے میں

---

[1] بادشاہِ وقت۔ دُنیا کا بادشاہ۔ [2] عرب کا ایک گاؤں

تیز رو گھوڑے تو رستے میں رہے
راہ کو طے کر گئے لنگڑے گدھے
موت کے پنجے سے زخمی بچ گئے
مر گئے لیکن جو تھے چنگے بھلے

حکایت - ۱۲

کہتے ہیں کہ مُلک یُونان میں ایک قافلے پر ڈاکوُ آپڑے اور جس قدر مال و زر مل سکا سب لے گئے۔ سوداگروں نے رو رو کر بہتیرے خدا و پیغمبر کے واسطے دیے۔ مگر ڈاکوؤں نے ایک نہ سُنی۔

قافلے میں لقمان حکیم بھی شامل تھے۔ قافلہ والوں نے چوروں سے مایوس ہو کر ان سے کہا "آپ ہی انھیں نصیحت فرمائیں تاکہ یہ کچھ تو چھوڑ جائیں۔ لقمان نے فرمایا" اندھوں کے سامنے حکمت کے موتی بکھیرتے ہوئے مجھے بھی افسوس آتا ہے ؎

کھینچ سکتا ہے کون اس کا تار
جب کہ لوہے کو کھا چکا زنگار

میخ پتھّر میں جا نہیں سکتی
کیا نصیحت سُنے گا ناہنجار[1]

توانگری[2] ہے تو کر مُفلسوں کا دُور ملال
یہ وہ عمل ہے کہ دیتا ہے سب بلائیں ٹال
کرے سوال جو سائل تو اس کو کچھ دے دے
کہیں نہ جبر سے لے جائے کوئی ظالم مال

حکایت - ۱۳

کسی نے لُقمان حکیم سے پُوچھا۔ "آپ نے ادب کس سے سیکھا؟" فرمایا۔ "بے ادبوں سے" اس نے کہا "کیونکر"؟ حکیم نے کہا۔ اُنھوں نے جو بُری حرکت کی، میں نے اس سے پرہیز کیا۔

چھُپی ہو کھیل میں گر کوئی حکمت
تو دانا اس سے پاتے ہیں نصیحت
مگر ناداں جو کُل دفتر بھی پڑھ جائے
بدلتی کچھ نہیں اس کی طبیعت

---

[1] نالائق - [2] دولت مندی

حکایت-۱۴

ایک عابدؔ رات کو بہت کھانا کھا کر وظیفے میں بیٹھتا اور صُبح تک وِرد کرتا رہتا تھا۔ ایک روشن دِل نے سُن کر فرمایا "اگر آدھی روٹی کھا کے سو رہتا تو اس سے بہتر ہوتا۔"

پیٹ خالی رکھو جو ہو منظوُر
کہ بھرے اس میں معرفت کا نوُر
اِس میں حِکمت کی ہو سمائی کہاں
ہو جو کھانے سے ناک تک بھرپوُر

حکایت-۱۵

میں نے ایک بزُرگ سے شِکایت کی کہ "فلاں شخص نے میری نسبت غلط گواہی دی ہے" آپ نے فرمایا۔ "بہتر تو یہ ہے کہ تم اُسے نیکی سے شرمِندہ کرو"۔

ؔ عبادت کرنے والا

اگر تو نیک ہو تو کوئی نقّال[1]
کہے گا دُوسروں سے کیا تیرا حال
جو سارنگی صحیح سُر تان توڑے
تو میراسی نہ کان اس کے مروڑے

حکایت۔۱۶

میں نے کسی بزرگ سے تصوُّف کی حقیقت پُوچھی۔ اُنھوں نے فرمایا "اس سے پہلے جو لوگ ظاہر میں پریشان اور باطن میں مطمئن تھے، صُوفی کہلاتے تھے۔لیکن اب تو تصوُّف کے دعوے داروں کا ظاہر مطمئن اور باطن پریشان ہے ۔"

صفائی کے عوض جب ہو کدُورت[2]
تو پھر بیکار ہے تسبیح و خلوت[3]
خدا سے دِل لگا خلوت یہی ہے
زراعت شوق سے کر اور تجارت

---

[1] نقل کرنے والا۔ خبر دینے والا ۔ [2] گدلا پن ۔میل ۔ [3] تنہائی۔ گوشہ نشینی ۔

حکایت ۔ ۱۷

ایک بے اولاد بادشاہ کی موت کا وقت آیا تو اُس نے وصیّت کی کہ صُبح سویرے جو شخص سب سے پہلے شہر کے دروازے میں داخل ہو، اُسی کے سر پر تاج رکھ دینا۔

کہتے ہیں کہ سب سے پہلے آنے والا ایک ایسا فقیر تھا جس کی عُمر لُقمہ لُقمہ مانگتے اور چیتھڑے پر چیتھڑا ٹانکتے گُزری تھی۔ سلطنت کے وزیروں اور سرداروں نے مرحُوم بادشاہ کی وصیّت کے مطابق قلعوں اور خزانوں کی چابیاں اسی کے سپُرد کر کے تاجِ شاہی سر پر رکھ دیا اور وہ مُدّتوں بادشاہ بنا رہا۔ مگر کچھ عرصے بعد جب بعض امیروں نے بغاوت کی اور آس پاس کی ریاستوں نے بھی سر اُٹھایا تو کسی قدر علاقہ اس کے ہاتھ سے نکل گیا، جس سے غریب کا دِل ٹُوٹ گیا۔

اسی زمانے میں ایک درویش نے (جو گداگری کے دنوں میں اس کا دوست تھا) سفر سے واپس آکر اپنے

پُرانے یار کو اس جاہ و جلال میں دیکھا تو بہت کچھ خوشی کا اظہار کیا اور اس سے مِل کر کہا۔ "الحمدللہ! آپ کا پھُول کانٹے سے اور کانٹا پاؤں سے نکل گیا۔ بلند نصیبے کی رہبری اور اقبال[۱] کی یاوری[۲] نے آپ کو اِس اعلیٰ رُتبہ پر پہنچا دیا ہے

کلی کا مُنہ ہے کبھی بند اور کبھی ہے کھُلا
درخت ہے کبھی سرسبز اور کبھی سُوکھا

بادشاہ نے کہا "پیارے دوست! جس وقت کی بات تم کرتے ہو اس وقت مجھے صرف اپنے ہی کھانے کی فکر تھی۔ مگر اب سارے زمانے کا غم ہے"

نہ ہو دولت تو ہیں اس کے طلبگار
مِلے تو اس کی اُلفت میں ہیں سرشار
نہیں دونوں طرح آرام اِس میں
بچھا ہے رنج و غم کا دام[۳] اِس میں

حکایت ۔ ۱۸

کسی نے ایک دانا سے پُوچھا۔ "سُورج کی خوبصورتی

---

[۱] خوش نصیبی [۲] مدد [۳] پھندا۔

اور روشنی کے سامنے تو ساری دُنیا کے حُسن ماند ہیں۔ اِس پر بھی اِس سے کسی کو محبّت کرتے نہیں دیکھا گیا۔"
دانا نے کہا" اس کا ہر روز بے تلاش نظر آجانا ہی بے قدری کا سبب ہے۔ مگر جاڑوں میں جب ابر کے پردوں میں چھُپا رہتا ہے تو سب کو پیارا معلوم ہوتا ہے"۔

کَون کہتا ہے کہ ملنا دوستوں سے ہے بُرا
لیکن اِتنا کیوں ملو اُکتائیں جس سے آشنا

حکایت - ۱۹

ایک زاہد یادِ الٰہی کے لیے بستی سے نکل کر جنگل میں جا رہا تھا۔ یہاں نہ کوئی محل تھا نہ مکان اور نہ کھانے پینے کا سامان۔ بھُوک لگی تو درختوں کے پتّوں سے پیٹ بھر لیا۔ پیاس لگی تو کسی چشمے کا پانی پی لیا۔ دُھوپ یا بارش سے بچنے کی ضرورت پڑی تو کِسی درخت کے سایے میں گزارہ کر لیا۔

زاہد اِن ریاضتوں سے نڈھال ہو رہا تھا کہ اتفاقاً ایک نیک دل بادشاہ بھی اس جنگل میں آ نکلا اور اسے

نہایت عزّت سے اپنے ساتھ لے آیا۔ شاہی باغ کے ایک نفیس مکان میں ٹھہرا کر بادشاہ نے اس کی خدمت کے لیے چند مُلازم مقرّر کر دیے اور کھانے کا انتظام شاہی باورچی خانے سے کرا دیا جس سے کُچھ دِنوں میں زاہد کی کمزوری جاتی رہی لیکن اس کے ساتھ ہی رُوحانی طاقت بھی کم ہو گئی۔

ایک دن بادشاہ نے زاہد کو آسُودہ حالت میں دیکھا تو اپنی فقیر دوستی پر خوش ہو کر فرمایا۔ "مجھے علما و فقرا سے جو محبّت ہے، الحمدللہ کہ یہ بے نتیجہ نہیں رہتی" دانا وزیر نے عرض کی۔ "قبلۂ عالم! محبّت کا اظہار اس طرح فرمانا چاہیے کہ ہر دو گروہ فائدہ پا سکیں"۔ بادشاہ نے پُوچھا: "وہ کیونکر؟" وزیر نے جواب دیا۔ "عالموں کو تو اِنعام سے امداد فرمائیے کہ وہ عِلم حاصِل کرنے میں لگے رہیں اور زاہدوں کو آرام و آسائش سے بچائیے کہ وہ دُنیا کے جھنجھٹوں میں نہ پھنسیں"۔ ؎

سیرت بھی جس کی خُوب ہو صُورت بھی دِلربا
بننے سنورنے کی اُسے حاجت کہاں بھلا

درویش بھی جو صاف دِل اور پاک طبع ہو
آسائش و مکاں کی ضرورت اُسے ہے کیا؟

حکایت - ۲۰

ایک بادشاہ نے کسی عابد سے جو بال بچّے زیادہ رکھتا تھا، پُوچھا "آپ کے اوقاتِ عبادت کی تقسیم کیونکر ہے"؟ عابد نے کہا "رات بھر مناجات میں، صُبح دُعائے حاجات میں اور دِن بھر فکرِ اخراجات میں"۔ بادشاہ نے عابد کا اشارہ سمجھ کر کچھ روزینہ مقرّر فرما دیا کہ عیال کا بار اس کے دِل سے اُٹھ جائے ؎

اے گرفتارِ فکرِ اہل و عیال[1]
ہرگز آوارگی کا کر نہ خیال
ہو جسے کھانے اوڑھنے کا غم
وہ فرشتوں کا کیسے ہو ہمدم
دِن کو رہتا ہے روز یہ سودا[2]
رات کو ہم کریں گے یادِ خُدا

---

[1] بیوی بچّے۔ [2] جنوُن۔ فکر۔

پھر خیال آیا جب عشا کو اُٹھے
صبح کھائیں گے کیا مِرے بچّے

حکایت - ۲۱

ایک بادشاہ کو کوئی مشکل پیش آئی تو اس نے منّت مانی کہ" اگر خُدا اِس کام کا انجام میری مراد کے موافق کر دے تو میں اتنی رقم خدا کی راہ میں زاہدوں کی نذر کرُوں گا"۔ چند دِنوں میں جب خدا نے مُشکل حل کر دی تو بادشاہ نے نذر کے روپوں کی تھیلی ایک خاص خدمت گار کے ہاتھ زاہدوں میں بانٹنے کے لیے بھیج دی۔ کہتے ہیں خدمت گار ہوشیار تھا۔ تمام دِن پھر پھرا کر شام کے وقت تھیلی واپس لے آیا اور بوسہ دے کر بادشاہ کے سامنے رکھ کر عرض کی۔" جہاں پناہ! غُلام بہت تلاش کر چُکا مگر زاہد کوئی نہیں مِلتا"۔ بادشاہ نے فرمایا"کیا کہتے ہو"۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے، اس شہر میں چار سو سے زیادہ زاہد موجود ہیں"۔ خدمتگار نے عرض کی۔ قبلۂ عالم! جو زاہد ہیں، وہ روپے نہیں لیتے۔ اور جو

زاہد نہیں ہیں، انھیں میں خود نہیں دیتا۔"
یہ سُن کر بادشاہ نے مُصاحبوں سے فرمایا "جس قدر مجھے درویشوں اور اللہ والوں سے محبّت ہے اِتنا ہی اِس گُستاخ کو عداوت ہے۔ لیکن حق یہ ہے کہ سچائی اُسی کی طرف ہے۔"

ہو دولت و زر سے جس کو رغبت
کیونکر ہو اُسے خُدا سے اُلفت

حکایت-۲۲

کسی نے ایک عالم سے پُوچھا "وقف کے مال کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے؟" جواب دیا۔ اگر اطمینان کے ساتھ عبادت کرنے کے لیے ہاتھ آئے تو حلال۔ اور جمع کرنے کو لیا جائے تو حرام۔"

ہیں عبادت کی فراغت کے لیے کھاتے طعام
جس عبادت کی فقط کھانا غرض ہو، ہے حرام

حکایت-۲۳

ایک مُرید نے پیر سے عرض کی "قبلہ! میں لوگوں کے

آنے جانے سے سخت تنگ آگیا ہوں۔ بلا وجہ آ کر میرا وقت ضائع کرتے ہیں"۔ پیر نے فرمایا "آنے والوں میں جو لوگ مفلس ہوں، انھیں تو کچھ قرض دیا کرو اور جو دولت مند ہیں اُن سے نذر مانگا کرو۔ اس ترکیب سے تھوڑے ہی دِنوں میں کوئی شخص تمھارے پاس نہ پھٹکے گا"۔

حکایت۔۴۲

ایک طالب علم نے باپ سے کہا "واعظوں کے وعظ میرے دل پر تو کوئی اثر نہیں کرتے۔ کیونکہ ان کا قول و فعل یکساں نہیں ہوتا"۔

ترکِ دُنیا ہمیں سکھاتے ہیں
آپ لوگوں کا مال کھاتے ہیں
قول ہی قول جب ہو عالم کا
اس کی باتوں میں پھر اثر ہو کیا
ہے وہ عالم جو فعلِ بد نہ کرے
نہ کہ ہم کو ڈرا کے خود وہ کرے

باپ نے فرمایا "بیٹا! نصیحت کرنے والوں کی نصیحت سے مُنہ موڑنا اور عالموں پر طعن توڑنا نیک بختی کی دلیل نہیں۔ وعظ کی مجلس بزّاز کی دُکان کی طرح ہے۔ جیسے وہاں دام دِیے بغیر مال نہیں مِل سکتا ویسے یہاں بھی اِعتقاد کے بغیر فائدہ نہیں ہو سکتا۔"

حکایتِ منظُوم ۔۲۵

کِسی جھنڈے نے ایک پردے کا
اِس طرح دُو بدُو کِیا شِکوا
کہنے پردے سے یُوں لگا جھنڈا
دیکھ گردے سے کیا ہے حال مِرا
دونوں نوکر ہیں ایک ہی دَر کے
ایک مالِک کے، ایک ہی گھر کے
کام سے میں کبھی نہ گھبرایا
نہ سفر میں نہ گھر میں سستایا
کام میں ہے قدم مِرا بڑھ کر
لیکن آرام میں ہے تُو چڑھ کر

تیرا رہنا ہے خوش جمالوں[1] میں
حُسن و خوُبی کے نونہالوں میں
پڑ گیا میں سپاہیوں کے ہات
ہُوں سفر میں سدا ہو دِن یا رات
جُھک کے پر دِے نے یُوں جواب دیا
اِس کا مطلب بھی آپ نے سمجھا؟
آستاں[2] پر جُھکا ہے سر میرا
آپ کا سر ہے آسماں سے لگا
دیکھو جو کوئی سر اُٹھاتا ہے
بدلہ اپنے کیے کا پاتا ہے

حکایت - ۲۶

ایک شہ زور پہلوان غصّے میں ایسا لال پیلا ہو رہا تھا کہ زبان سے گالی اور مُنہ سے کف جاری تھا۔ کسی روشن دِل بزرگ نے دیکھ کر پُوچھا "اس کی یہ حالت کیسے ہو گئی؟" لوگوں نے کہا۔ "اِسے فلاں شخص نے

---

[1] خوُب صُورت لوگ ۔ [2] در۔ دہلیز ۔

گالی دی ہے۔"

آپ نے فرمایا "یہ کم حوصلہ بھاری مگدر تو اُٹھا لیتا ہے مگر ایک ننھی سی بات کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا۔"

تند خوئی[1] کام ہے شیطان کا
خاکساری[2] وصف[3] ہے انسان کا

حکایت۔۲۷

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا۔ "سچے دوست کی کیا شناخت ہے؟" آپ نے فرمایا "معمولی پہچان یہ ہے کہ اپنے فائدے کی بنسبت دوستوں کی رضامندی کا زیادہ خواہشمند ہو جو اپنے ہی مطلب میں مبتلا ہے وہ نہ دوست ہے نہ رشتہ دار۔

نہ ہو دوست کا دوست کو گر خیال
نہیں دوست وہ جان کا ہے وبال

حکایت۔۲۸

ایک بادشاہ نے درویشوں کے کسی گروہ کو حقارت

۱؎ غصے کی عادت ۲؎ عاجزی ۳؎ صفت

کی نظر سے دیکھا تو ایک درویش نے بادشاہ کی نظر کو بھانپ کر عرض کی "جہاں پناہ! زندگی گزار دینے میں درویش اور بادشاہ دونوں برابر ہیں۔ غریبوں کے ہاں خزانہ اور لشکر نہ ہو تو نہ سہی کیونکہ وہ اس کے محتاج نہیں۔ پھر مرنے میں بھی دونوں یکساں بے بس اور مجبور ہیں۔ کیونکہ لشکر موت کے روکنے میں کوئی مدد نہیں دے سکتا۔ پس دُنیا کی عزّت اور ذلّت دونوں ہیچ ہیں ؎

کوئی خسروؔ[1] ہو یا شاہِ جہاں ہو
کوئی درویش یا محتاجِ نان[2] ہو
گدا و شاہ جب دونوں مریں گے
جہاں سے بجز[3] کفن کچھ بھی نہ لیں گے

حکایت ۔ ۲۹

ایک شخص نے کسی حکیم سے پُوچھا "سخاوت اور شجاعت میں سے کون سی صفت بہتر ہے؟" کہا

---

[1] ایک بادشاہ ۔ [2] نان ۔ روٹی ۔ [3] سوائے ۔

"سخی شجاعت کا محتاج نہیں ۔ مگر شجاع[1] کو سخاوت کی ضرورت ہے"۔

رہا نہ حاتمِ طائی جو تھا سخی مشہور
مگر رہے گا زمانے میں اس کا نام ضرور
زکوٰۃِ مال نکالو کہ داکھ[2] کی بیلیں
تراشتے ہیں جو مالی تو بڑھتے ہیں انگور

۱؎ بہادر ۔ ۲؎ انگور ۔

قناعت کی فضیلت

حکایت - ۱

حلب کے بازاروں میں ایک بھکاری صدا لگا رہا تھا۔ "دولتمندو! اگر تم لوگوں میں اِنصاف ہوتا اور ہمیں صبر کی توفیق ہوتی تو دُنیا سے سوال کی رسم ہی اُٹھ جاتی ۔"

ہے قناعت نعمتِ پروردگار
جس سے بڑھتا ہے جہاں میں اِقتدار
ہو نہ جس میں صبر، وہ دانا نہیں
صبر سے لُقماں نے پایا ہے وقار

حکایت - ۲

مِصر میں کسی جگہ دو بھائی رہتے تھے۔ ایک نے

علم پڑھا اور دُوسرا مال جمع کرتا رہا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ پڑھنے والا تو علّامہ ہو گیا اور روپیہ جمع کرنے والا شاہی خزانچی بن گیا۔

ایک بار دولت مند نے عالِم بھائی کی طرف حقارت سے دیکھ کر کہا "ہم تو خزانے کے مالک ہو گئے مگر تُم مُفلس ہی رہے"۔

عالِم بھائی نے کہا "بھائی جان! میں تو اِس حال پر خُدا کا شُکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے پیغمبروں کی میراث (علم) عطا فرمائی ہے۔ مگر آپ ہیں کہ فرعون کی وراثت (یعنی مصر کی حکومت) پر اِترا رہے ہیں ؎

چیونٹی کی طرح ہُوں میں کمزور
بھڑ کی مانند کیوں بنُوں پُر شور
شُکر ہے مُجھ سے کوئی تنگ نہیں
نہ دِکھاتا ہُوں میں کِسی کو زور

حکایت۔ ۳

ایک درویش آئے دِن کے فاقے اُٹھا کر اور

گدڑی کے چیتھڑے سی کر دل کو اس طرح بہلا لیا کرتا تھا۔

ے سوکھی روٹی میں اپنی ہے جو مزا
خوانِ شاہی میں بھی نہیں ملتا

کسی نے کہا "میاں! اس شہر میں فلاں شخص ایسا سخی اور مہربان ہے کہ جب دیکھو خلقِ خدا کی امداد کے لیے ہاتھ اٹھائے اور صوفیوں کی خدمت کے لیے کمرِ ہمّت باندھے نظر آتا ہے۔ اگر تمھاری حالت کی اُسے اِطّلاع مل جائے تو امداد سے دریغ نہ کرے گا۔"

درویش نے کہا "آپ کے مشورے کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مگر میں غریبی میں مَر جانا کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے سے بہتر سمجھتا ہوں" ے

جس قدر لُطف ہے قناعت میں
نہیں غیروں کے خوانِ نعمت[1] میں
نہیں دوزخ سے کم، اگر جائیں
دُوسروں کے طفیل، جنّت میں

---

[1] نعمتوں یعنی لذیذ کھانوں کا دسترخوان

حکایت ۔ ۴

کسی بادشاہ نے رسولِ خدا کی خدمت میں ایک طبیب بھیجا کہ ضرورت کے وقت آپ کی جماعت کا علاج معالجہ کیا کرے ۔ طبیب مُدتوں مدینے میں حاضر رہا مگر کسی شخص نے اِس سے علاج کے لیے رجُوع نہ کیا ۔ حکیم نے یہ مسلسل بیکاری دیکھ کر آخر ایک دِن آپؐ کی خدمت میں عرض کی کہ حضور جانتے ہیں خاکسار اِتنی مُدّت سے صرف آپ کے جان نثاروں کی خدمت کے لیے حاضر ہے مگر اس عرصے میں میری طرف کسی نے بھی توجّہ نہیں کی ۔

حضور نے فرمایا ” اِن لوگوں کا قاعدہ یہ ہے کہ جب تک بھُوک غالب نہ ہو، کھانے کو ہاتھ نہیں لگاتے اور ابھی پیٹ نہیں بھرتا کہ ہاتھ اُٹھا لیتے ہیں ۔ اِس لیے آپ کی خدمات سے فائدہ اُٹھانے کا موقع کم ملتا ہے “ ۔ حکیم نے کہا ” بے شک ! تندرستی کا یہی اصلی راز ہے ۔ جس کے ہوتے ہوئے میری حاضری بیکار ہے “ ۔ اس کے

بعد حکیم نے آداب بجا لاکر وطن کی راہ لی ؎

ہے اُسی وقت بولتا دانا
جب خموشی میں ہو کوئی کھٹکا
ہو نہ جب تک کہ بھوک کی شدّت
نہیں کھانے کی چاہیے رغبت
وقت پر بولنا ہی حکمت ہے
بھوک سے کھانا عین صحّت ہے

حکایت۔ ۵

اُردشیر بابکان[1] نے ایک حکیم سے پوچھا "انسان کو دِن بھر میں کتنی غذا کھانی چاہیے؟" حکیم نے کہا "ڈیڑھ پاؤ" بادشاہ نے فرمایا "اِتنی سی مقدار بھلا کیا طاقت دے گی؟" حکیم نے کہا "جہاں پناہ! انسان کی صحت کے لیے اسی قدر کافی ہے۔ جو شخص اِس سے زیادہ کھاتا ہے وہ غذا کا بوجھ خود اُٹھاتا ہے" ؎

کھانا ہے زندہ رہنے کو اور ذکر[2] کے لیے
جینا عبث ہے کھانے ہی کی فکر کے لیے

---

[1] ایران کا ایک بادشاہ [2] عبادت

حکایت - ۶

دو خراسانی فقیر اکٹھے سفر کر رہے تھے - ان میں سے ایک تو بُوڑھا تھا جو دُوسرے دن کھاتا اور دُوسرا موٹا کڑیل جوان، جو دن میں تین بار کھاتا -

یہ دونوں اتفاقاً کسی شہر میں جاسُوسی کے الزام میں پکڑے گئے اور حاکم کے حکم سے اُن کو ایک کوٹھڑی میں بند کر کے دروازے کو اینٹوں سے بند کرا دیا گیا -

دو ہفتے بعد معلوم ہُوا کہ دونوں بے گناہ تھے - اس پر حاکم نے دروازہ تُڑوا دیا مگر دیوار کُھلنے پر لوگوں کو یہ واقعہ دیکھ کر بڑا تعجّب ہُوا کہ موٹا جوان تو مرا پڑا تھا اور ضعیف بوڑھا ابھی تک زندہ وسلامت اتفاق سے ایک حکیم کا بھی اُدھر سے گزر ہُوا - اُس نے لوگوں کو تعجُّب میں دیکھ کر کہا - "عزیزو، تعجُّب تو جب ہوتا کہ بُوڑھا مر جاتا اور جوان بچ رہتا - جوان بہت کھانے والا تھا - بھوک پیاس کیسے سہار سکتا - لاچار مر گیا اور بُوڑھا کم خور تھا - اُس نے

اپنی عادت کے موافق صبر کیا۔ جس سے اس کی جان بچ گئی“۔

جسے ہو کم غذا کھانے کی عادت
اُٹھا لیتا ہے فاقوں کی مُصیبت
جو دِن میں کھائے چھ چھ بار کھانا
ہے اس کی ہوتی ہیضے سے ہلاکت

حکایت۔ ۷

ایک حکیم اپنے بیٹے کو کم کھانے کی ہدایت کر رہا تھا کہ ”بیٹا، خوب یاد رکھو۔ کُل بیماریاں کھانے ہی سے پیدا ہوتی ہیں“۔ بیٹے نے کہا ”ابّا جان، یہ تو صحیح ہے لیکن بھُوک سے بھی تو آدمی مر جاتا ہے۔ اِسی لیے لوگ کہتے ہیں کہ کھاتے پیتے مر جانا بھُوکے پیاسے جینے سے ہزار درجہ بہتر ہے“۔

باپ نے کہا ”بیٹا، اِعتدال سے کام لینا چاہیے۔ کھاؤ پیو مگر لُٹاؤ اُڑاؤ نہیں“۔

گو غذا پر ہے زندگی کا مدار

پر نہ بے وقت کھائیے گا ہُشیار
خشک ٹکڑا بھی بھُوک میں ہے لذیذ
سیر ہے قورمے سے بھی بیزار

حکایت - ۸

چند غریب کسی بنیے کے قرض دار ہو گئے تھے۔ بنیا روز تقاضے پر تقاضا کرتا اور ساتھ ہی سخت و سُست بھی سُنا دیتا۔ مگر غریب برداشت کرنے کے سوا اور کیا کر سکتے تھے۔

ایک دانا نے واقعے سے واقف ہو کر فرمایا "نفس کو کھانے کے وعدہ پر ٹالنا بنیے کو روپوں کے وعدہ پر ٹالنے سے زیادہ آسان تھا" ؎

روکنا دربان کا ہے بھُوک سے بھی ناگوار
پُر تکلف دعوتوں کا لو نہ اپنے سر پہ بار
آرزُو میں گوشت کے بہتر ہے مرنا دوستو
ہیں قصائی کے تقاضے، سخت گر لیجے اُدھار

حکایت - ۹

ایک بہادُر شخص کسی جنگ میں زخمی ہو گیا۔ کسی نے کہا۔ "فلاں سوداگر کے پاس ایک دَوا ہے جو ایسے زخموں کے لیے اِکسیر کا حُکم رکھتی ہے۔ اگر مانگو تو شاید دے دے"۔ کہتے ہیں کہ سوداگر اِتنا بخیل تھا کہ ؎

بدلے روٹی کے جو ہوتا سُورج اس کے خوان پر
دِن قیامت تک نہ ظاہر ہوتا اِنس و جانؔ پر

بہادُر زخمی نے کہا "بھائی جان، دوا مانگوں تو خدا جانے وہ دے یا نہ دے اور دے تو فائدہ بھی کرے یا نہ کرے۔ اِس لیے میں تو ایسے شخص سے مانگنا مرنے سے بدتر سمجھتا ہُوں"۔

داناؤں کا قول ہے آبِ حیات اگر آبرُو کے بدلے مِلے تو بھی عقلمند کو نہ لینا چاہیے کہ "بے عزّت جینے سے باعزّت مرنا بدرجہا بہتر ہے"۔ ؎

نیم ہو جاتا ہے شیریں، گر مِلے خوش خُلق سے
تلخ ہو جاتا ہے حلوا گر مِلے بد خُلق سے

لہ آدمی اور جن

حکایت ۔ ۱۰

ایک۔ عالم نے (جس کا کُنبہ زیادہ اور آمدنی کم تھی) کسی امیر کے سامنے اپنی تنگدستی کا اظہار کیا۔ امیر نے اتنے بڑے عالم کی طرف سے ادنےٰ درخواست مناسب نہ جان کر کچھ ایسا مُنہ بنایا جس سے نفرت کا اظہار ہوتا تھا ؎

نہ گِڑگِڑا کے کسی سے کہو غمِ افلاس
کہ اس سے دوست بھی ہوجائینگے تمام اُداس
ہمیشہ بات کرو ہنس کے دوست دشمن سے
کہ دوستوں کو ہو اُمّید دشمنوں کو ہراس

مختصر یہ کہ امیر نے عالِم کا وظیفہ تو کسی قدر بڑھا دیا مگر وہ پہلی سی بات نہ رہی۔ عالِم نے جب یہ عالَم دیکھا تو کہا ؎

بُرا کھانا ہے جو ذِلّت سے پائیں
گنوا کر آبرُو ہنڈیا چڑھائیں

حکایت - ۱۱

ایک دفعہ اسکندریہ میں ایسا قحط پڑا کہ اور تو اور بے چارے درویش بھی حواس باختہ ہو گئے۔ آسمان کے دروازے زمین کی طرف ایسے بند ہو چکے تھے کہ زمین والوں کی آہ و فغاں آسمان تک نہ پہنچتی تھی ؎

کوئی ایسا حیواں نہ باقی رہا
کہ ہو جو نہ مصروفِ آہ و بُکا
عجب ہے کہ ہل کر دِلوں کا بُخار
نہیں دیتا آنکھوں سے دریا بہا

اس زمانے میں ایک ہیجڑا بڑا دولت مند اور نہایت سخی تھا۔ وہ سائلوں کو نقدی دینے کے علاوہ سینکڑوں غریبوں اور مُسافروں کو روزانہ کھانا بھی کھلاتا تھا۔ مگر ایک گروہ جو اس کے کھانے سے پرہیز کرتا اور توکّل پر زندگی گزارتا تھا، اُس کی دعوت میں شریک نہ ہُوا۔ مگر اب تو پے در پے فاقہ کشی سے وہ بھی تنگ آ گیا اور اُس نے مجھ سے مشورہ لیا۔ میں نے کہا ؎

جُوٹھا کُتّے کا نہیں کھاتا کبھی
جان نکلے بھوک سے گر شیر کی
مُفلسی اور بھوک کر لیجے قبُول
پر کمینے کی خوشامد ہے بُری

حکایت - ۱۲

کسی نے حاتم طائی سے پُوچھا "کیا دُنیا میں آپ سے بڑھ کر بھی کوئی شخص دِل کا دُھنی ہوگا؟" اُس نے کہا "ہاں، ایک دن میرے ہاں چالیس اُونٹ ذبح کیے گئے تھے اور ہر واقف و ناواقف کے لیے اجازت تھی کہ آئے اور کھائے۔ اُسی دن مجھے کسی ضرورت سے جنگل میں جانے کا اتّفاق ہُوا تو میں نے ایک بُوڑھے کو پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹّھا اُٹھائے ہوئے دیکھ کر کہا "بڑے میاں، تم حاتم طائی کی دعوت میں کیوں نہیں جاتے۔ آج اُس کے دسترخوان پر ایک مخلوق جمع ہے۔" اُس نے کہا ؎

کماتا جو محنت سے ہو جانتا
وہ حاتم کا محتاج ہو کیوں بھلا

انصاف یہ ہے کہ ہمّت میں وہ بُوڑھا مجھ سے بہت بڑھا ہُوا تھا۔

حکایت ۔ ۱۳

مُوسیٰؑ علیہ السّلام نے ایک مُفلس کو دیکھا جو اپنی عُریانی[1] کو ریت سے ڈھانپے ہوئے پڑا تھا۔ حضرت دیکھنے کو رُکے تو اُس نے عرض کی "حضوُر! خُدا کے لیے میرے حق میں بھی کشائشِ رزق[2] کی دُعا فرمائیے" آپ دُعا فرما کر چل دِیے۔

تھوڑے دنوں بعد حضرت بازار جا رہے تھے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ اس شخص کو سپاہیوں نے پکڑ رکھا ہے اور آس پاس بھیڑ لگی ہے۔ آپ نے سبب پُوچھا تو معلوم ہُوا کہ اِس نے شراب پی کر کسی کو مار ڈالا تھا۔ اب سرکاری سپاہی اس کو پھانسی دینے کے لیے لے جا رہے ہیں ؎

پَر رکھتی اگر غریب بِلّی
چِڑیا نہ جہاں میں کوئی بچتی

---

[1] ننگا ہونا۔ برہنگی۔ [2] رزق کھُلنا۔ رِزق زیادہ ہونا۔

گر سینگ گدھے کے سر پر ہوتے
کوئی نہ پھٹکتا پاس اس کے

حکمت۔ باپ کے پاس شہد تو موجود ہے مگر لڑکا گرم مزاج ہے۔ اُسے شہد موافق نہیں آتا۔

تیری بھلائی چاہتا ہے تجھ سے بھی سوا
دُنیا میں تجھ کو رکھتا ہے نادار اگر خُدا

حکایت۔ ۱۴

ایک عرب نے بصرے کے جوہریوں کو اپنی سرگزشت سُنائی کہ ”ایک بار میں جنگل میں ایسے وقت بھٹک گیا کہ کھانے پینے کا سامان ختم ہو چکا تھا اور سامنے موت نظر آ رہی تھی۔ اِتنے میں ایک تھیلی پر نظر پڑی۔ میں اس خوشی کو نہیں بھول سکتا جو اُسے دیکھ کر مجھے حاصل ہوئی۔ میں نے سمجھا تھا کہ تھیلی میں بھُنے ہوئے چنے ہیں لیکن جب کھول کر دیکھا تو اس میں چنوں کی جگہ موتی تھے۔ اس وقت مجھے جو رنج ہُوا وہ زندگی بھر نہیں بھُولوں گا۔

بھوک اور پیاس سے جو ہو بیتاب
اور پانی کا گھونٹ ہو نایاب
دشتِ غربت[۱] میں ایسے پیاسے کو
خاک راحت دے موتیوں کی آب[۲]
مال و زر اس کا کیا بھرے گا پیٹ
آب و ناں جس کو دے چکا ہو جواب

حکایت ۔ ۱۵

ایک مُسافر کسی بڑے ریگستان میں راستا بھول گیا۔ بدقسمتی سے کھانا بھی ختم ہو چکا تھا اور برداشت کی طاقت بھی نہ رہی تھی۔ ہاں کمر سے کچھ رُوپے بندھے تھے۔ جب پھر پھرا کر غریب نے کہیں راہ نہ پائی تو بے چینی سے جان دے دی۔

کچھ عرصے بعد اُس طرف کسی قافلے کا گزر ہُوا تو دیکھا کہ مرنے والے کے سامنے روپوں کی ہمیانی رکھی ہے اور زمین پر یہ مضمون لکھا ہُوا ہے ؎

۱؎ غریب الوطنی کا جنگل ۔ بے وطنی ۔ ۲؎ چمک دمک

مال و زر لاکھ ہو کمر میں بندھا
پیٹ اس سے مگر نہیں بھرتا
شلجم اچھّے ہیں سونے چاندی سے
جس سے بھوکا ہے پیٹ بھر لیتا

حکایت - ۱۶

زمانے کی گردش اور دِنوں کی سختی سے میں کبھی دِل شکستہ اور رنجیدہ نہیں ہُوا۔ مگر ایک بار ضرور ملال ہُوا جب میرے پاؤں میں جُوتی نہ تھی اور نہ خریدنے کو جیب میں پیسہ تھا۔

میں حیران پریشان کوفے کی جامع مسجد میں جا نِکلا۔ دیکھتا کیا ہُوں کہ ایک شخص کے پاؤں ہی نہیں۔ پس میں نے اپنے پاؤں کی سلامتی پر خُدا کا شُکر کیا اور ننگے پاؤں رہنا ہی غنیمت سمجھا۔

بھوک میں ساگ ہو کہ ہو گاجر
مُرغ بریاں[۱] سے لاکھ ہے بہتر

---

۱ بھنا ہُوا مُرغ

پیٹ جس کا بھرا ہے اس کے لیے
ہے بھنا مُرغ دال سے کم تر

حکایت - ۱۷

ایک بادشاہ چند ہمراہیوں کے ساتھ شکار کھیلتا ہُوا شہر سے بہت دُور نکل گیا۔ شام ہوئی تو قریب ہی کسی زمیندار کا جھونپڑا نظر آیا۔ بادشاہ نے ارادہ کیا کہ رات کو اُسی کے گھر جا کر ٹھہریں تاکہ سردی کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔ مگر مُصاحبوں میں سے کسی نے کہا۔ ”جہاں پناہ، بادشاہوں کا زمینداروں کے یہاں رہنا زیبا نہیں۔ یہیں میدان میں خیمہ لگ جائے گا اور آگ سلگا دی جائے گی۔ جہاں حضُور بخوبی آرام فرما سکتے ہیں۔“

زمیندار کو خبر ہوئی تو اُس نے جو کچھ بھی جلدی میں تیار ہو سکا بادشاہ کے سامنے حاضر کر کے دست بستہ عرض کی۔ ”کھلے آسمان میں اس جگہ حضُور کا خیمہ لگنا مُناسب نہ تھا۔ مگر غالباً لوگوں نے غریب زمیندار کی عزّت افزائی کو پسند نہیں کیا۔“ بادشاہ کو اس کی گفتگو

کچھ ایسی پسند آئی کہ رات کو اُسی کے گھر میں آرام کیا اور صبح کو روانگی کے وقت مناسب انعام و خلعت سے بھی سرفراز فرمایا۔ زمیندار شاہی سواری کے ساتھ دوڑتا ہُوا خوشی سے گاتا جاتا تھا ؎

شاہ کے رُتبے میں کیا آئی کمی
گھر کِسانوں کے بسر کر رات کی
بڑھ گئی عزّت غریبوں کی ضرور
پڑ گئی جب لُطفِ شہ[1] کی روشنی

حکایت۔ ۱۸

ایک ٹُکر گدا کے پاس بہت سی دولت جمع ہو گئی تھی۔ اتّفاقاً بادشاہ کو کِسی مُہم کے لیے روپیہ کی ضرورت پڑی تو فقیر کو بُلا کر فرمایا "اگر اتنا روپیہ بطور قرض دے دو تو مالیہ وصُول ہونے پر شُکریے کے ساتھ واپس کر دیا جائے گا۔" گدا نے عرض کی "قبلۂ عالم، گداؤں کے مال کو چھُونا بادشاہوں کی شان کے شایاں نہیں۔

---

[1] بادشاہ کا کرم

کیونکہ یہ مال جَو جَو بھر مانگ کر جمع ہُوا ہے"۔
بادشاہ نے فرمایا۔"فکر نہ کرو۔ ہم بھی یہ رقم دشمن کو تاوان میں دیں گے۔ ناپاک چیز ناپاکوں کے لیے ہے ؎

ہے اگر ناپاک چھُونا، ڈر ہے کیا اے ہوش مند
شوق سے بیتُ الخلا کا کیجیے سُوراخ بند

گدا اس پر بھی راضی نہ ہُوا تو بادشاہ نے زبردستی اس سے روپیہ حاصل کر لیا۔ سچ ہے ؎

آدمیّت سے جو نہ ہو گا رام
اس سے سختی نکالتی ہے کام
آبُرو کی نہ جس کو ہو کچھ قدر
کِس طرح پائے عزّت و آرام

حکایت۔۱۹

جزیرہ کیش میں مجھے ایک سوداگر سے مِلنے کا اِتّفاق ہُوا۔ اس کے چالیس تو کارندے تھے اور ڈیڑھ سو اُونٹوں پر مالِ تجارت لدا تھا۔
وہ ایک رات مجھے اپنی آرامگاہ میں لے گیا مگر

خیالی پلاؤ پکانے میں نہ تو رات بھر مجھے سونے دیا اور نہ خود سویا۔ کبھی کہتا کہ میرا فلاں مال ترکستان میں پڑا ہے اور فلاں شے ہندوستان میں رکھی ہے۔ کبھی سُناتا کہ اسکندریہ چلیں کہ وہاں کی آب و ہوا بڑی خوشگوار ہے پھر خود ہی کہہ دیتا "جائیں کیسے؟ راستے میں دریائے مغرب بڑا خطرناک ہے"۔ کبھی یُوں کہتا کہ "جس سفر کا میں نے اِرادہ کر رکھا ہے اگر وہ پُورا ہو جائے تو پھر عُمر بھر ایک جگہ گوشۂ عافیت میں بیٹھ کر قناعت سے بسر کروں"۔

میں نے پُوچھا۔ "بتائیے تو وہ کَون سا سفر ہے"؟ کہا "فارس سے چین میں گندھک لے جاؤں گا۔ سُنا ہے وہاں اِس کی بڑی قدر و قیمت ہے اور چین سے پیالیاں خرید کر رُوم بھیجوں گا اور وہاں سے اُن کے عوض رومی کپڑا ہندوستان لے جاؤں گا۔ پھر ہندوستان سے ہندوستانی فولاد حلب میں پہنچاؤں گا اور اس کے بدلے آئینے خرید کر یمن میں لے جاؤں گا اور پھر یمنی چادریں اپنے وطن (فارس) میں لا کر مزے سے ایک دُکان کھول کر

بیٹھ جاؤں گا اور سفر کو خیر باد کہہ دُوں گا۔

ذرا اِس جنُون کو تو مُلاحظہ فرمائیے۔ بس اِسی طرح بکتے بکتے اس نے رات گزار دی اور اِتنی بکواس کی کہ اَور بولنے کی طاقت نہ رہی۔ آخر اُس نے میری طرف توجہ کی اور کہا "شیخ صاحب، آپ نے بھی دُنیا دیکھی ہے۔ اپنے دیکھے سُنے سے کچھ ہمیں بھی تو مشرّف فرمائیے"۔ میں نے کہا:

ہیں یہ سب دُنیا کے جھوٹے زور و شور
کہہ گیا ہے خُوب یہ اِک شاہِ غور[1]
پیٹ دُنیا دار کا بھرتا نہیں
صبر ہی اس کو بھرے یا خاکِ گور

حکایت - ۲۰

ایک دولت مند بُخل میں اِتنا ہی مشہُور تھا، جتنا حاتم طائی سخاوت میں۔ روپیہ تو اس کے پاس بہت تھا مگر بُخل کا یہ حال کہ روٹی کے بدلے جان دینا

---

[1] ایک شہر کا نام

آسان جانتا تھا۔ عام کُتّے بلّیوں کا تو کیا ذکر، اصحابِ کہف کے کُتّے کو بھی ہڈّی اور ابُوہریرہؓ کی بلّی کو بھی روٹی کا ٹکڑا دینے کو تیار نہ تھا۔

یہ بخیل دریائے مغرب کی راہ مصر جا رہا تھا کہ راستے میں پانی اور ہَوا کے طوفان نے جہاز کو بھنور میں ڈال دیا۔ جہاز کو ڈُوبتا دیکھ کر دُوسرے لوگوں کے ساتھ بخیل نے بھی دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے اور جنابِ الٰہی میں رونا پیٹنا اور گڑگڑانا شروع کیا۔ مگر دُعا کا کُچھ اثر نہ ہُوا اور جہاز ڈُوب گیا ؎

کیوں نہ اس کا بے اثر ہو آہ و نالہ اور بکا
جو نہ دے اللہ پیسہ اور فقط مانگے دُعا

مصر میں اِس بخیل کے کچھ غریب رشتہ دار تھے۔ انھوں نے اس کے مرنے پر پُرانے چیتھڑے پھینک کر اچھّے ریشمی کپڑے بنوائے اور خوب عیش و آرام اُڑائے۔ میں نے اسی دن ان میں سے ایک کو دیکھا کہ تیز رفتار گھوڑے پر جا رہا ہے اور پیچھے پیچھے ایک غُلام دوڑا آ رہا ہے ؏

سچ تو ہے یہ کہ مُردہ گر جی کر
قبر سے آ نکلتا اپنے گھر
وارِثوں کو خوشی تو کیا ہوتی
اس کے جینے کو جانتے دُوبھر

چونکہ میری اس شخص سے پہلے کی مُلاقات تھی، اس لیے میں نے اُسے روک کر کہا ؎

مرا بدبخت وہ فاقے اُٹھا کر
اُڑاؤ تم مزے کھا اور کھِلا کر

حکایت ۔ ۲۱

کِسی لُولے لنگڑے نے ایک کنکھجُورے کو مار ڈالا۔ حالانکہ اُس کے سینکڑوں پاؤں تھے مگر موت کے آگے سب بے کار ہو گئے ؎

جان لینے کو جب آتا ہے فرشتہ موت کا
دوڑنے والے کے پاؤں باندھ لیتی ہے قضا
آن پہنچے جب کِسی کے سر پہ دشمن ناگہاں
کیا چلے شمشیر و خنجر کیا چلے تیر و کماں

حکایت-۲۲

ایک پہلوان مُفلسی اور بے روزگاری سے سخت تنگ آگیا تھا- بے چارے کا پیٹ تو بڑا تھا اور ہاتھ خالی- ایک دِن اس نے اپنے باپ سے اپنی تنگ دستی کا شکوہ کر کے سفر پر جانے کی اجازت مانگی کہ ؎

نہ دکھائیں ہُنر تو ہے بے سُود
جل کے ہی دیتا ہے مہک کچھ عُود

باپ نے کہا "بیٹا" سفر کا خیالِ مُحال دل سے نکال کہ دولت دوڑ دھوپ سے نہیں مِلتی- حرص و ہوا کو چھوڑ اور بے فائدہ خیالات سے مُنہ موڑ کہ اِسی میں آرام ہے"- ع

زور سے دامنِ دولت نہیں پکڑا جاتا

بیٹے نے کہا "ابّا جان، داناؤں نے سفر کے بہت فائدے بتائے ہیں- دِل کی تازگی، مال کا نفع، عجائبات کا دیکھنا، نادر باتوں کا سُننا، شہروں کی سَیر، دوستوں سے مُلاقات، ادب اور رُتبے کا حصُول، نئے نئے لوگوں سے

جان پہچان اور زمانے کا اِمتحان۔ چونکہ سالکوں کا قول ہے ؎

گھر میں چُپ چاپ ہے جو کوئی پڑا
خام ہے، پختہ کار کب ہو گا
باغ دُنیا ہے سَیر کر اس کی
ہر گھڑی ہے خزاں کا یاں کھٹکا

باپ بولا "بیٹا، سفر کے فائدے تو، جیسا کہ تُم نے کہا ہے، واقعی بے شمار ہیں۔ مگر یہ انھی لوگوں کو حاصل ہو سکتے جو سفر کے اہل ہوں۔ ان میں سب سے پہلے تو سوداگروں کا گروہ ہے کہ آج اس شہر میں ہیں تو رات فُلاں میدان میں۔ یہ لوگ جہاں بھی جائیں دُنیا کی نِعمتوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں ؎

مالداروں کو برابر ہیں پہاڑ اور میداں
جن کو حاصل ہیں سفر اور حضرؑ کے ساماں
مگر افلاس نے ہیں باندھ دِیے جن کے ہاتھ
گھر میں بے کار ہیں وہ اور سفر میں حیراں

ؑ وطن

دُوسرا عالموں کا گروہ ہے جو اپنی شیریں کلامی اور علم وفضل سے جہاں جائیں گے عزّت و حرُمت پائیں گے ؎

ہے دانا آدمی کُندن کی صُورت
جہاں جائے گا ہو گی اس کی عزّت
مگر جاہل ہو چاہے خاندانی
نہ کچھ بھی ہو گی اس کی قدر و قیمت

تیسرا گویّوں کا گروہ ہے جو اپنی لوچ دار آواز سے دریا کو بہنے اور پرندوں کو اُڑنے سے روک سکتے ہیں۔ وہ بھی سفر میں عام لوگوں کا دِل موہ لیتے ہیں ؎

سحر ہے، افسوں ہے گانے کی صدا
جس کی لَے پر مست ہے چھوٹا بڑا
حُسنِ صورت سے نہیں کم حسنِ صَوت[1]
وہ ہے نفسانی، یہ رُوحانی غذا

چوتھا دستکاروں کا فرقہ ہے جو اپنی محنت سے روٹی کماتا ہے اور بے آبروئی کے ساتھ لقمہ نہیں اُٹھاتا۔ بزرگوں نے کہا ہے ؎

---

[1] آواز کی خوُبی

ہُنروَر کے ہے پاس ہر وقت مال
جہاں جائے گا پیٹ لے گا وہ پال
نہیں شاہ کی طرح وہ پائے بند[1]
کہ نوکر ہی آئیں تو دیں شیر مال

بیٹا، جو شخص اِن چاروں میں سے کوئی وصف نہ رکھتا ہو وہ سفر میں جاکر مُصیبت اُٹھاتا ہے اور کوئی فائدہ نہیں پاتا" ے

گردشِ ایّام[2] ہو جس کے خلاف
عقل سے کرتا ہے اکثر اِنحراف[3]
جو کبوُتر گھر سے نِکلا تک نہ ہو
جال میں نادان پھنس جاتا ہے صاف

بیٹے نے کہا "ابّا جان، عقل مندوں کا قوَل ہے کہ روزی چاہے رِقسمت میں ہو مگر اس کے حاصل کرنے کے رلیے کوشِش درکار ہے اور مصیبت بھی چاہے تقدِیر میں ہو لیکن اُس سے بچنے کی تدبیر مُناسب بلکہ

---

[1] پابند [2] دِنوں کا اُلٹ پھیر۔ زمانے کی گردش [3] رُوگردانی۔ پھِر جانا۔

ضروری ہے ؎

یوں تو دیتا ہے سب کو رزق خدا
عقل کہتی ہے پھر بھی ہاتھ ہلا
گرچہ مرتا نہیں کوئی بن موت
سانپ کے منہ میں دے نہ ہاتھ اپنا

پس ایسی حالت میں کہ میں مست ہاتھی پر حملہ کرنے کی طاقت اور خوفناک شیر کا پنجہ توڑنے کی جرأت رکھتا ہوں، مجھے بھی سفر کرنا چاہیے کہ اس سے زیادہ غربت و مفلسی برداشت نہیں ہو سکتی ؎

وطن سے جب نہ رہے آدمی کو کوئی لگن
تو پھر جہاں کہیں جائے وہی ہے اُس کا وطن
امیر رہنے کی خاطر محل بناتے ہیں
جہاں فقیر کو رات آگئی وہیں ہے مگن

ان باتوں کے بعد پہلوان نے باپ سے کامیابی کے لیے دعا کی درخواست کی اور گھر سے رخصت ہو کر چند دنوں بعد ایک ایسے دریا کے کنارے جا پہنچا جس کے پانی کا زور پتھروں کو لڑھکاتا تھا اور اس کی ہیبت ناک

آواز دُور دُور تک سُنائی دیتی تھی۔

اس دریا کو عبُور کرنے کے لیے عام مُسافر تانبے چاندی کا کوئی سکّہ ملّاح کو دے کر کِشتی میں سوار ہو رہے تھے مگر پہلوان کی جیب روپے پَیسے سے خالی تھی۔ اس نے صِرف مِنّت سماجت سے کام لینا چاہا۔ مگر ملّاح کب سُنتے تھے۔ انھوں نے ہنستے ہوئے یہ کہہ کر کِشتی چلا دی کہ

زر نہیں تو زور کیسے کر سکے دریا کے پار
دس جواں کے زور سے بڑھ کر ہے اِک پیسے کی مار

کشتی نِکل جانے اور ملّاح کے طعنے سے پہلوان کو غُصّہ آ گیا اور اس نے دِل میں کچھ سوچ کر ملّاح کو آواز دی "اس کپڑے کو جو میں پہنے ہوئے ہُوں، بطور اُجرت لینا چاہو تو کِشتی میں مجھے بٹھا لو۔" اس پر لالچی ملّاح کشتی واپس لے آیا۔

حِرص سی دیتی ہے آنکھ اِنسان کی
بلکہ مُرغ و ماہی و حیوان کی

کشتی واپس آئی تو پہلوان نے ملّاح کو گریبان سے

پکڑ کر خشکی پر گھسیٹ لیا اور ایسا مارا کہ اَدھ موا کر دیا۔ جب ملّاح کا ساتھی امداد کو اُترا تو پہلوان نے اُسے بھی مزا چکھایا۔ آخر جب دونوں پٹ پٹا چکے تو اُنھوں نے یہ صلاح ٹھہرائی کہ اُجرت پر خاک ڈالو، اسے مُفت ہی بٹھا لو۔ آیندہ جو کچھ ہوگا دیکھ لیا جائے گا۔

تحمّل ہے لڑائی میں وہ اَوزار
کہ کر دیتا ہے فوراً بند تکرار
محبّت سے سدھا کر ہاتھیوں کو
اشارے پر چلا لیتے ہیں ہُشیار
کرو نرمی جہاں دیکھو لڑائی
نہیں چلتی کبھی رُوئی پہ تلوار

مختصر یہ کہ دونوں ملّاح پہلوان کی خوشامد کر کے اُسے کشتی میں لے آئے اور کشتی چلتے چلتے اس ستُون تک جا پہنچی جسے نیک دل داناؤں نے اس خطرناک دریا میں طُوفان وغیرہ کے وقت مُسافروں کی پناہ کے لیے بنوایا تھا۔

ستون کے قریب پہنچ کر ملّاح نے آواز دی "کشتی

کئی جگہ سے ٹوٹ گئی ہے۔ اگر کوئی طاقت ور آدمی کشتی کا لنگر لے کر اس ستون پر جا کھڑا ہو تو ہم لوگ کشتی کی مرمّت کر لیں"۔

بھولا بھالا پہلوان دشمن کے دھوکے میں آگیا اور زورِ جوانی میں کشتی کا رسّا لیے ہوئے بے دھڑک ستون پر چڑھ گیا۔ حالانکہ داناؤں کا قول ہے "جس شخص کو تم ایک بار بھی رنجیدہ کر چکے ہو اس کے بعد چاہے سَو بار آرام پہنچاؤ، وہ کبھی دوست نہیں ہو سکتا۔ جیسے تیر کا پھل تو نکال لیا جاتا ہے مگر نشان نہیں جاتا"۔

جس کو تجھ سے رنج پہنچا ہے ذرا
وہ بھی اِک دن دُکھ تجھے پہنچائے گا

پس ملّاحوں نے مَوقع پاتے ہی پہلوان کے ہاتھ سے رسّا چھُڑا کر کشتی چلا دی اور یہ بیچارہ مینار کے اُوپر حیران و پریشان کھڑا رہ گیا۔

پہلوان کو دو دِن رات اِسی حالت میں گزر گئے۔ آخر تیسرے دن اس پر نیند نے غلبہ کیا تو آنکھ لگ گئی اور اِسی حالت میں دھم سے دریا میں گر پڑا۔ زندگی

باقی تھی کہ بہتا بہتا کنارے جا لگا۔ جب کچھ ہوش آیا تو آبادی کی تلاش شروع کی اور تھوڑی دُور جا کر ایک ایسے گاؤں میں پہنچا جہاں لوگ کنوئیں کا پانی دام لے کر پلا رہے تھے۔ پہلوان کے پاس پیسے نہیں تھے۔ اس نے رُعب سے کام لینا چاہا اور جب اُنھوں نے رُعب نہ مانا تو اس نے مُکّے بازی شروع کر دی مگر وہ گنتی میں زیادہ تھے۔ سب مل کر اس پر پل پڑے اور مار مار کر بھُرکس نکال دیا۔

چند مچھّر سُونڈ میں ہاتھی کے گھُس جائیں اگر
دیں گے ہاتھی کو گرا، ہوں چاہے خود خشخاش بھر
شیر کو جائیں چمٹ جس وقت ساری چیونٹیاں
کھال اِک دِن کھینچ لیں گی آخر اس کو مار کر

پہلوان یہاں سے مار کھا کر ایک قافلے کے پیچھے ہو لیا۔ یہ قافلہ ایک ایسے علاقے سے گزر رہا تھا، جہاں ڈاکوؤں کا خطرہ تھا۔ پہلوان نے قافلے والوں کو دلاسا دیا کہ گھبرانے کی بات نہیں۔ میں ہی اکیلا پچاس پر بھاری ہوں"۔ وہ لوگ اس کی باتوں میں آ گئے اور

خوب مطمئن ہو کر خاطر تواضع کرنے لگے۔ پہلوان کو بھوک پیاس نے پہلے ہی ستا رکھا تھا۔ منزل پر پہنچ کر اس نے ایسا پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور اتنا پانی چڑھایا کہ نیند آگئی اور وہ پڑتے ہی سو گیا۔ اس کے سو جانے کے بعد قافلے میں سے ایک تجربہ کار بوڑھے نے کہا "دوستو، ایک نقل مشہور ہے:۔

نقل۔ کسی غریب کے پاس کچھ روپے جمع ہو گئے تھے، جن کی حفاظت کے لیے وہ رات بھر جاگتا رہتا تھا۔ آخر روزمرّہ کی بے خوابی سے تنگ آکر اس نے ایک دوست کو اپنے یہاں سُلانا شروع کیا کہ دونوں کے باری باری جاگنے سے رات کٹ جایا کرے گی۔ لیکن دوست کو جب رُوپوں کی خبر ہوئی تو ایک رات چُپکے سے وہ تمام مال سمیٹ چلتا بنا اور غریب نے مال جانے پر رونا پیٹنا شروع کر دیا۔ محلّے والوں نے اس کو روتے دیکھ کر پوچھا "کیا تمھارے گھر چوری ہو گئی ہے؟" اُس نے کہا "دوستو! مجھے چوروں نے نہیں، مُحافظ نے لُوٹ لیا ہے۔"

ظاہری اُلفت کا کیا ہو اعتبار
ہوتے ہیں دُنیا میں کم یارانِ غار[1]
زخم کاری بس اسی دُشمن کا جان
جو دکھائی دے بظاہر غمگُسار

یہ نقل سُنا کر بُوڑھے میاں نے کہا "عزیزو کیا معلوم کہ یہ شخص بھی چوروں کا یار ہو اور قافلے میں اس لیے شامل ہوگیا ہو کہ اُنھیں اِطّلاع دے کر ہمیں لُٹوا دے۔ پس مُناسب یہی ہے کہ ہم اپنا راستا لیں اور اسے یہیں سوتا چھوڑ دیں۔

قافلے والوں کو بُوڑھے کی بات پسند آئی اور سب نے کوچ کی ٹھہرائی۔ کیونکہ محبّت کی جگہ اُن کے دِل میں پہلوان کی طرف سے دہشت بیٹھ گئی تھی۔ قافلہ چل دیا اور پہلوان بے خبر سویا کیا۔ یہاں تک کہ دِن چڑھ آیا۔ آخر دُھوپ کی تیزی نے اُسے گرما کر اُٹھا دیا تو دیکھتا کیا ہے کہ قافلے کا کوسوں پتا نہیں۔ جنگل ہے اور خدا کی ذات۔ اپنی تنہائی پر بہت سٹ پٹایا۔

---

[1] سچے دوست

پہلوان اِس بے بسی پر رو رہا تھا کہ ایک شہزادے نے اس کی آواز سُنی جو اتفاقاً سیر و شکار کے لیے وہاں آگیا تھا۔ شہزادے نے اس کی پاکیزہ صُورت دیکھی تو دریافت فرمایا "تُم کہاں سے آئے ہو اور یہاں کیا کر رہے ہو؟" اس پر غریب نے ساری داستان الف سے یے تک کہہ سُنائی جسے سُن کر شہزادے کو اَور بھی رحم آگیا اور کچُھ روپے پیسے دے کر اپنے ایک ملازم کے ساتھ اس کو گھر بھجوا دیا۔

باپ نے بیٹے کے صحیح سلامت پہنچنے پر خُدا کی جناب میں ہزارہا سجدے کیے۔ رات کو پہلوان نے باپ کو اپنی سرگزشت سُنائی اور کشتی پر ملّاح سے جھگڑا، مینار پر سے پانی میں گرنا، کنوّیں پر جاٹوں سے مار کھانا اور اہلِ قافلہ کی بے وفائی کے قصّے سُناتے سُناتے صبح کردی۔ اس پر باپ نے کہا "بیٹا، میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ مُفلسوں کا دستِ قوّت اور پنجۂ شجاعت بندھا ہوتا ہے۔ ع

کام دیتا ہے بڑھ کے زور سے زر

پہلوان نے کہا "قبلہ و کعبہ، جب تک رنج نہ اُٹھائیں، گنج[1] تک کیسے پہنچ سکتے ہیں؟ اور دانہ ہی نہ بوئیں تو خرمن[2] کیسے اُٹھا سکتے ہیں۔ اگر میں سفر کی زحمت نہ اُٹھاتا تو یہ مال و دولت کیسے پاتا؟

مگرمچھ کا ہو جس تیراک کو ڈر
اُسے کس طرح ہاتھ آئے گا گوہر

حکمت۔ چکّی کا نچلا پاٹ نہیں چلتا۔ اِس لیے اُسے مجبوراً اُوپر والے کا بوجھ اُٹھانا پڑتا ہے

غار میں رہ کے شیر کیا کھائے
پڑ رہے باز بھی تو کیا پائے
گھر میں جو ہو شکار کا عادی
ڈر ہے مکڑی ہی وہ نہ بن جائے

باپ نے کہا "بیٹا، اس دفعہ تقدیر نے تمھاری یاوری[3] اور اقبال نے امداد و رہبری کی کہ ایک فیّاض شہزادہ خود بخود تمھارے پاس پہنچ گیا جس کی مہربانی نے تمھاری شکستہ حالی آسودگی سے بدل دی۔ مگر ایسے اِتّفاق روز

---

[1] خزانہ [2] کھلیان [3] مدد

نہیں ہُوا کرتے ؎

شکاری نہیں روز پاتا شکار
کہ ہیں بھیڑیے تاک میں بے شمار

نقل۔ مشہور ہے کہ کِسی بادشاہ کی انگوٹھی میں ایک بیش قیمت نگینہ جڑا ہُوا تھا۔ بادشاہ ایک دن شکار میں مصرُوف تھا کہ ساتھیوں کے نشانہ بازی کے امتحان کا خیال آیا اور اس نے اپنی قیمتی انگوٹھی کو ایک گُنبد پر ٹکا کر حکم دیا کہ "سب لوگ چاند ماری کریں۔ جس کا تیر انگوٹھی میں سے نِکل جائے گا انگوٹھی اُسی کو دے دی جائے گی"۔

کہتے ہیں کہ چار سو نامی تیر انداز بادشاہ کے ہمرکاب تھے۔ سب نے نشانہ لگایا لیکن ہر شخص کا نشانہ خطا گیا۔ ایک لڑکا، جو کہیں آس پاس کوٹھے پر چڑھا چاروں طرف کھیل کے طور پر تیر پھینک رہا تھا، اس نے جو انگوٹھی کو نشانہ بنا کر تیر پھینکا تو بے ساختہ پار نِکل گیا۔ جس پر بادشاہ نے انگوٹھی کے علاوہ اُسے اِنعام و خلعت سے بھی سرفراز فرمایا۔ لیکن دانا لڑکے نے

انگوٹھی اور خلعت و انعام لینے کے بعد تیر و کمان دونوں کو آگ میں جلا دیا کہ آج کی تحسین[1] و آفریں[2] ہمیشہ قائم رہے ؎

کبھی دانا کی بھی کوئی تدبیر
نہیں چلتی اگر نہ ہو تقدیر
کھیل ہی کھیل میں مقدر سے
مارتا ہے نشاں پہ لڑکا تیر

۱ے تعریف ۲ے شاباش

خاموشی کے فائدے

حکایت۔ ۱

میں نے ایک دوست سے کہا "غالباً داناؤں نے خاموشی کو بولنے پر اِس لیے ترجیح دی ہے کہ بات کرتے وقت کوئی بُرا کلمہ مُنہ سے نہ نکل جائے۔ دوست نے کہا۔ "بھائی جان، خواہ کتنا ہی اچھا کلام کرو، حرف گیروں کی نظر تو اچھائی پر پڑتی ہی نہیں ~

ہے دشمنوں کی نظر میں ہُنر بھی عیب بڑا
کہ پھُول بھی ہے نگاہِ حسُود[1] میں کانٹا

حکایت۔ ۲

ایک سوداگر کو کسی بیوپار میں دو ڈھائی ہزار روپے

---

[1] حاسد کی جمع

کا گھاٹا پڑ گیا۔ اس نے اپنے لڑکے سے کہا "بیٹا، اس نقصان کا ذکر دُوسروں کے سامنے نہ کرنا"۔ بیٹے نے پُوچھا "قبلہ، براہِ کرم اس کے چُھپانے کا فائدہ بھی تو بتائیے۔"

باپ نے کہا "صرف یہ کہ رنج دُگنا نہ ہو جائے۔ ایک تو مال میں گھاٹا کھانا، دُوسرے لوگوں کا ٹھٹھا اُڑانا"۔

ہنسیں گے اور دُشمن سُن کے نُقصاں
بنائیں گے ہمیں اُلٹا وہ ناداں

حکایت - ۳

ایک عقل مند نوجوان داناؤں کی محفل میں کبھی بیٹھتا تو بحث و تقریر سے ہمیشہ الگ رہتا۔ ایک دفعہ اس کے باپ نے کہا "برخوردار، تم داناؤں کی مجلس میں گُونگوں کی طرح چُپ چاپ کیوں بیٹھے رہتے ہو؟"

عقل مند نے عرض کی۔ "قبلہ، اس اندیشے سے کہ مجھ سے کوئی ایسی بات نہ پوچھی جائے جس کا جواب

نہ دے سکوں اور خواہ مخواہ شرمندگی حاصل ہو ے

رہے گا جو چُپ وہ نہ ہوگا ذلیل
جو بولے گا مانگیں گے اس سے دلیل

حکایت - ۴

سحبان وائل[1] کو فصاحت و بلاغت میں اِس لیے بے نظیر مانا جاتا ہے کہ اگر وہ کسی جماعت کے سامنے سال بھر تک بھی تقریر کرتا تو جو مضمون ایک دفعہ بیان کر دیتا اس کو مکرّر نہ کہتا تھا اور دوبارہ کہنے کی ضرورت بھی ہوتی تو طرزِ بیان اور اسلوب بدل کر دُوسرے لفظوں میں ادا کرتا۔

یاد رکھو، خوش بیان مقرروں اور جادُو نگار شاعروں کا یہی کمال ہے ے

خواہ دلچسپ ہو کوئی مضمُوں
سُن کے ہر ایک جس پہ ہو مفتوں[2]
بار بار اس کو بھی نہ دُہراؤ
کہ مکرر رہے قیل و قال[3] زبوں[4]

---

[1] عرب کا ایک شاعر [2] عاشق [3] بحث [4] بری

حکایت ۔ ۵

ایک دانا فرمایا کرتے تھے ۔"جو شخص کسی کی بات میں اپنی بڑ ہانک دیتا ہے وہ گویا اپنی جہالت کے اقرار نامے پر مُہر لگا دیتا ہے ؎

کسی کے بات کرتے ہیں نہ کر بات
کہ دانا اس کو سمجھیں گے خرافات
نہ بولے گا کبھی مردِ خردمند[1]
نہ جب تک دُوسرے کی بات ہو بند

حکایت ۔ ۶

سُلطان محمُود کو اپنے وزیر حسن میمندی سے سرگوشی کرتے دیکھ کر بعض مُصاحبوں نے حسن سے پُوچھا "فرمائیے آج بادشاہ سلامت آپ سے کِس معاملے میں گفتگو کر رہے تھے"۔ حسن نے کہا "وقت پر سب کو معلوم ہو جائے گا"۔ مُصاحبوں نے کہا "چونکہ سُلطان کو آپ پر اعتبار

---

[1] عقل مند

ہے اس لیے آپ سے پوشیدہ باتیں بھی بے دھڑک کہہ دیتے ہیں۔" حسن نے کہا "پھر بھلا تبلاؤ تو سہی میں سلطان کی بات آپ کو بتا کر اپنا اعتبار کیسے کھو دوں؟" ؎

جو کرے گا رازِ شاہی آشکار[1]
کیا کرے گی خلق اُس کا اعتبار

---

[1] افشا - کھولنا

محبّت اور دوستی

حکایت - ۱

کِسی نے سُلطان محمُود کے وزیر حسن میمندی سے پُوچھا "شکل وصُورت اور لیاقت و دانائی میں تو سُلطان کا ہر ایک غلام بڑھ چڑھ کر ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ اُسے ایاز سے جو محبّت ہے وہ کسی دُوسرے سے نہیں۔ حالانکہ وہ نہ تو کچھ اِتنا حسین ہے، نہ عالِم و فاضل۔"

حسن نے کہا "خوب یاد رکھو۔ جو شخص دل میں سماتا ہے، وہی آنکھوں کو بھی بھاتا ہے ؎

نہ ہو اُلفت اگر دل میں تو یُوسف کب حسیں ٹھہرے
محبّت کی نظر ہو گر تو زنگی[1] مہ جبیں ٹھہرے

---

[1] حبشی

حکایت ۔ ۲

کسی شخص نے ایک طوطے کو کوّے کے ساتھ پنجرے میں بند کر دیا تھا۔ طوطا گھبرا گیا۔ وہ نفرت سے بار بار کہتا "الٰہی، یہ کیسی کالی کلوٹی، بھدّی شکل بھونڈی صورت اور سراپا نفرت مورت ہے"

مُنہ ترا دیکھ کے جو ہو بیدار
کاٹنا دِن کا ہو اُسے دُشوار
تجھ سا ہوگا نہ کوئی دُنیا میں
کل مُوا، نابکار، ناہنجار

یہ تو طوطے کا حال تھا۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ کوّا بھی طوطے کی ہم نشینی سے نہایت رنجیدہ اور سخت تنگ آیا ہُوا تھا۔ لاحول پڑھتا اور زمانے کی گردش پر حسرت و افسوس سے ہاتھ ملتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "خدایا، مُجھ سے ایسا کیا گناہ ہُوا ہے جس کے بدلے میں ایسے نابکار، بے وقوف اور بے ہُودہ ناجنس کی صحبت میں قید کر دیا گیا ہُوں"

اس کی ہو تصویر جس دیوار پر
اس کے سائے سے بچے ہر جانور
چھوڑ کر جنّت کریں دوزخ قبول
ہو اگر فردوس[1] میں اس کا گزر

میرے مناسب حال تو یہ تھا کہ کسی چمن کی دیوار یا محل کی منڈیر پر اپنے ہم جنسوں کے ساتھ سیر کرتا پھرتا ؎

پارسا کو صحبتِ رنداں نہیں زنداں سے کم

یہ حکایت اس لیے بیان کی گئی ہے کہ جس قدر دانا کو نادان سے نفرت ہے اُسی قدر نادان کو داناؤں سے وحشت ہوا کرتی ہے ؎

صحبتِ رنداں میں اک مردِ متین[2]
اتفاقاً پھنس گئے آ کر کہیں
یہ مُسن[3] تھے اور وہ تھے نوجواں
دونوں اس صحبت سے تھے اندوہگیں[4]
اک جوانِ شوخ نے آ کر کہا
قبلۂ عالم، ہیں کیوں چیں بر جبیں[5]

---

[1] جنّت [2] سنجیدہ [3] بوڑھا [4] رنجیدہ [5] ناراض

جس طرح ہیں آپ ہم لوگوں سے تنگ
ہم بھی ہیں بیزار یُونہی بالیقیں

حکایت۔۳

ایک درویش حج کے سفر میں ہمارے ساتھ تھا۔ جس کو عرب کے امیروں سے کسی نے سَو اشرفیاں بخشی تھیں کہ قُربانی وغیرہ کے بعد جو کچھ بچ جائے بال بچّوں کے خرچ میں لائے۔

راستے میں قافلے پر ڈاکا پڑا اور جس کے پاس جو کچھ بھی تھا، ڈاکو سب کی صفائی کر گئے۔ سوداگر اور مالداروں کے ہاں تو ماتم برپا ہوگیا مگر اس نیک بخت درویش کی حالت میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی۔ میں نے پُوچھا۔ "کیا تمھارا مال بچ گیا ہے؟" اس نے کہا "ہرگز نہیں۔ لینے کو تو میرا بھی سب کچھ لے گئے ہیں مگر مجھے اس سے اتنی محبّت نہ تھی کہ جاتے رہنے سے کچھ پریشانی ہوتی"۔ ؎

نہ لگاؤ کسی سے اپنا دل ہے محبّت کا چھُوٹنا مشکل

بڑھاپا

حکایت - ۱

میں ایک دفعہ دمشق کی جامع مسجد میں عُلما کے ساتھ علمی بحث و مباحثہ میں مصروف تھا کہ ایک شخص نے آکر کہا "آپ میں سے کوئی صاحب فارسی زبان جانتے ہیں؟" لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا۔

اُس نے کہا "جناب، ایک ڈیڑھ سو برس کا بُوڑھا جان کنی کی حالت میں مبتلا ہے اور فارسی زبان میں کچھ کہہ رہا ہے، جو ہم سمجھ نہیں سکتے۔ اگر آپ تکلیف فرما کر تشریف لے چلیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔ ممکن ہے کوئی وصیّت کرتا ہو۔"

میں اس کے ساتھ بیمار کے پاس گیا تو بُوڑھے میاں یہ قطعہ پڑھ رہے تھے ؎

دل میں تھی آرزوئے سیر ابھی
کہ چمن میں خزاں کی آگ لگی
خوانِ نعمت پہ بیٹھتے ہی مرے
حیف[1] اُٹھنے کی آ گئی باری

میں نے اِس قطعے کا مطلب شامیوں کو عربی زبان میں سمجھایا تو وہ اس کی اِتنی طویل عمر پانے اور حسرت کے ساتھ دُنیا چھوڑنے پر سخت حیران ہوئے۔

میں نے بُوڑھے سے کہا "بڑے میاں، اس وقت طبیعت کا کیا حال ہے؟" اُس نے کہا ؎

دانت گر ایک لیں کسی کا نکال
اس کا ہوتا ہے درد سے بدحال
پس نکلتی ہے جس کے جسم سے جاں
جان سکتے ہو اس کا رنج و ملال

میں نے کہا "موت کا تصوّر دل سے دُور کر دو اور وہم کو طبیعت پر غالب نہ آنے دو۔ مرض خواہ کیسا ہی سخت ہو، اس سے شِفا ممکن ہے۔ کہو تو

---

[1] کلمۂ تاسّف۔ افسوس

کسی حکیم کو بُلا لیا جائے"۔ اس پر بُوڑھا آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور کہا :

کیا سنبھالے مکاں کو گلکاری[1]
جب ہو بُنیاد کھوکھلی ساری
جبکہ منڈلا رہی ہو سر پہ اجل
نفع دے دردِ سر کو کب صندل

حکایت - ۲

دیارِ بکر[2] میں مجھے ایک ایسے بُوڑھے مالدار نے مہمان بنایا جس کی دولت کا ایک ہی لڑکا وارث تھا۔ بُوڑھے نے باتوں باتوں میں قصّہ سُنایا کہ ہمارے علاقے میں ایک درخت زیارت گاہ چلا آتا ہے جہاں اکثر لوگ منّتیں ماننے کو جاتے ہیں۔ میں متواتر کئی راتیں اس درخت کے نیچے رو رو کر دُعائیں کرتا رہا ہُوں، جب کہیں خدا نے مجھے یہ لڑکا عطا فرمایا ہے۔ مگر اب سُنتا ہوں کہ صاحب زادے اپنے دوستوں سے

---

[1] لیپا پوتی [2] عراق کا ایک شہر

خفیہ طور پر پُوچھتے پھرتے ہیں کہ اگر مجھے اس درخت کا پتا مل جائے تو میں بھی وہاں جا کر صِدق دل سے اس بُوڑھے باپ کے مرنے کی دُعا کروں۔

حکمت۔ بُوڑھے باپ خُوش خوش پھرتے ہیں کہ بیٹا بڑا ہونہار ہے اور جوان لڑکے سر دُھنتے ہیں کہ یہ مرتے کیوں نہیں ؎

باپ کو ہو گئی مرے مُدّت
تہ گئے فاتحہ کو بھی حضرت
رکھّو بیٹے سے بھی وہی اُمیّد
باپ کی کر چکے ہو جو خِدمت

حکایت۔ ۳

ایک بُوڑھے نے کیے کالے جو بال
دیکھ کر میں نے کہا اے خوش خصال[۱]
بال وسمے نے تو کالے کر دِیے
اپنی ٹیڑھی پیٹھ کا بھی خم نکال

---

[۱] اچھی عادت کا

حکایت - ۴

مجھے یاد ہے کہ میں ایک دن جوانی کے زور میں ماں کے ساتھ کچھ گستاخی سے پیش آیا تھا - اس پر وہ بےچاری رو کر بولی "اگر تو اپنا بچپن نہ بھولتا تو یہ شوخی نہ کرتا" ؎

لگی کہنے فرزند سے اپنے ماں
جو دیکھا کہ غصّے میں ہے نوجواں
لڑکپن جو ہوتا تجھے اپنا یاد
تو کرتا نہ مجھ سے یہ دنگا فساد

تربیت کا اثر

حکایت - ۱

ایک وزیر کا لڑکا بہت کُند ذہن تھا۔ وزیر نے اس کی تعلیم کے لیے لائق سے لائق اُستاد مقرّر کیے مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ آخر اُستاد نے مجبُور ہو کر وزیر کی خدمت میں عرض کی " بندہ پرور، میری کوشش سے اس کو تو عقل نہ آئی۔ البتہ اِسے پڑھاتے پڑھاتے میری عقل ضرور جاتی رہی ہے "۔

واقعی جو نِکو سِیَر[1] ہو گا
اس پہ تعلیم کا اثر ہو گا
لاکھ کُتّے کو کوئی نہلائے
ہو کے تر وہ پلید تر[2] ہو گا

---

[1] نیک عادت کا [2] زیادہ پلید

مکّے ہو آئے گو خرِ عیسےٰ[1]
ہے یہ لازم کہ جب بھی خر ہوگا

حکایت - ۲

ایک دانا نے بیٹے کو نصیحت کی۔ "بیٹا، ہُنر سیکھو روپے پیسے کا کوئی اعتبار نہیں کہ روپے اور اشرفیاں یا تو چور لے جاتے ہیں یا خود مالک ہی آہستہ آہستہ خرچ میں لے آتے ہیں۔ لیکن ہُنر ایسی دولت ہے کہ کبھی نہیں گھٹتی اور علم وہ چشمہ ہے جو ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ ہُنرمند کا مال جاتا رہے تو کچھ پروا نہیں کہ اس کے پاس ہُنر خود بڑی دولت ہے۔ وہ جس جگہ بھی جائے گا، قدر پائے گا۔ لیکن بے ہُنر کا مال جاتا رہے تو مُفلس ہو جائے گا اور ذلت و تکلیف اُٹھائے گا۔

شام میں آیا انقلاب اِک سال
جس میں چھوٹے بڑے ہوئے پامال

---

[1] حضرت عیسیٰ کا گدھا

بن گئے بادشاہ کے دیوان
باہُنر گاؤں والے نیک خصال
بے ہُنر بھی وزیر کی اَولاد
ہو گئی مفلس و گدا بد حال

حکایت ۔۳

ایک فاضل اُستاد کسی شہزادے کی تعلیم پر مقرّر تھا۔ اس کے پاس چند اَور لڑکے بھی پڑھا کرتے تھے ۔ مگر اُستاد ہمیشہ شہزادے کو ہی سب سے زیادہ جھڑکتا بلکہ ضرورت دیکھتا تو گوشمالی سے بھی نہ جھجکتا۔ لڑکے نے باپ سے شکایت کی تو اُس نے اُستاد کو بُلا کر پُوچھا۔" اس کی کیا وجہ ہے کہ تُم دُوسروں کی نسبت ہمیشہ شہزادے کو ہی زیادہ تنبیہ کرتے ہو؟"

اُس نے کہا" اگر اچھّا کلام اور پسندیدہ کام عام مخلوق کے لیے عموماً اچھا ہے تو بادشاہوں کے لیے خصُوصاً۔ کیونکہ ان کی زبان ہاتھ سے جو کچھ بھی نکل جائے، وہ شہرت پا کر مثال کے طور پر گِنا جاتا ہے اور عام لوگوں کے

قول و فعل سے تو کوئی واقف بھی نہیں ہوتا ہے
اگر غریب میں سو عیب ہوں، نہیں پروا
پر ایک عیب بھی حاکم کا چھُپ نہیں سکتا

اِس لیے شہزادوں کو نیک بنانے میں اُستادوں کو عام بچّوں کے مُقابلے میں زیادہ کوشش کرنی چاہیے

لڑکپن میں نہ جس کی تربیَت ہو
جوانی میں وہ خوش اخلاق کیا ہو
نہیں ہو سکتی چوبِ خشک[1] سیدھی
ہری کو جس طرف چاہو جُھکا لو

بادشاہ کو اُستاد کا جواب اِتنا پسند آیا کہ خلعت و انعام سے سرفراز فرما کر کچھ تنخواہ بھی بڑھا دی۔

حکایت - ۴

کِسی مکتب کے ایک میاں جی اِتنے تیز مزاج تھے کہ ہر وقت بچّوں کو گھُڑکتے اور جھڑکتے رہتے۔ لڑکوں نے اُن کی بدمزاجی کی والدین سے شکایت کی تو

---

[1] خشک لکڑی

اُنھوں نے اُسے مَوقُوف کر کے ایک ایسے بُردبار اُستاد کو مقرّر کیا جو کِسی کو مارنا اور ہاتھ لگانا تو درکنار، بُرا کلمہ تک نہ کہتا۔

لڑکوں کو اِس حال میں پڑھنا تو کیا تھا۔ پچھلے لِکھے پڑھے کو بھی بھُلا بیٹھے اور دن بھر کھیل کود میں مصروف رہنے لگے۔ آخر دو مہینے بعد جو مجھے پھر اُدھر سے گُزرنے کا اتّفاق ہُوا تو کیا دیکھتا ہُوں کہ محلّے والوں نے اُسی پہلے اُستاد کو مدرسے میں لا بٹھایا ہے۔ میں نے ہنستے ہوئے لاحول پڑھی کہ "واہ، شیطان پھر کیسے فرشتوں کا مُعلّم بن گیا؟" ایک خوش مزاج بُوڑھا بھی سُن رہا تھا۔ اُس نے ہنس کر کہا ؎

ایک شہزادے کی بِسم اللہ خوانی جب ہوئی
اس کو لِکھنے کے لیے اک لوح[1] چاندی کی مِلی
آبِ زر[2] سے تھا یہ مِصرع اس کی تختی پہ لِکھا
ہے بھلی ماں باپ کی اُلفت سے مار اُستاد کی

---

[1] تختی [2] سونے کا پانی

حکایت - ۵

ایک شریف زادے کو چچا کی میراث سے بہت سی دولت ہاتھ آئی تو اس نے اندھا دُھند عیّاشی شروع کر دی اور لگا گلچھرّے اُڑانے۔ میں نے نصیحت کی کہ بیٹا، آمدنی چلتا ہُوا پانی اور خرچ پن چکّی ہے۔ یعنی خرچ آمدنی پر موقوف ہے۔ آمدنی سے زیادہ صرف کرنا اِسراف اور فضول خرچی ہے ؎

جو آمد کم ہو تو کر خرچ بھی کم
رہے تجھ کو نہ تا[1] اِفلاس کا غم
پہاڑوں پر اگر برسے نہ پانی
تو ہو جاتے ہیں دریا خشک اِکدم

پس تمھیں بھی کھیل کُود چھوڑ کر عقل و تمیز سیکھنی چاہیے کہ مال ختم ہو جانے پر سختی نہ اُٹھانی پڑے۔"

نوجوان کھانے پینے کی لذّت میں یہ نصیحت کب سُنتا تھا۔ اس نے اُلٹا میری بات پر اعتراض کیا کہ "حضرت،

---

[1] تاکہ

آیندہ تکلیف کے ڈر سے اس وقت آرام نہ اُٹھانا کہاں کی عقل مندی ہے۔"

نہیں بامُروّت کو زیبا یہ کام
رکھے مثلِ قارُوں زر و سیم[1] تھام

میں نے یہ دیکھ کر کہ میری خیر خواہی کی گرمی اس کے دل کے ٹھنڈے لوہے پر اثر نہیں کرتی، نصیحت چھوڑ ملنا جُلنا بھی ترک کر دیا۔

عقل کی بات جو نہ سُنتا ہو
تم بھی اس کو نہ پند[2] و وعظ کرو
جلد ضدّی کو دیکھ لوگے تم
پاؤں میں بیڑی اور مال ہے گُم
ہاتھ مل کر کہے گا پھر ہیہات[3]
کیوں نہ دانا کی میں نے مانی بات

آخر تھوڑے ہی دنوں میں مَیں نے اس کو اس حال میں تباہ و برباد دیکھا کہ چیتھڑے پر چیتھڑے جوڑتا اور لُقمہ لُقمہ مانگ کر پیٹ پالتا تھا۔ اُس کی اِس

---

[1] چاندی [2] نصیحت [3] افسوس

حالت پر مجھے غُصّہ تو بہت آیا مگر میں نے اس وقت غریب کے دِل کو ملامت کے ناخُن سے چھیلنا مُناسب نہ سمجھا اور دل میں کہا ؎

چھچھوروں کو جب آجاتی ہے مستی
نہیں ڈرتے کہ ہو گی تنگ دستی
بہاروں میں شجر جو پھل ہیں لاتے
خزاں میں ہیں وُہی پت جھڑ پہ آتے

حکایت - ۶

ایک بادشاہ نے اپنے کُند ذہن بیٹے کو کسی قابل اُستاد کے سپُرد کیا۔ اُستاد نے بہت کوشش کی لیکن شہزادہ لائق نہ ہو سکا اور اُستاد کے بیٹے جو شہزادے کے ہم سبق تھے، خاصے قابل ہو گئے۔ بادشاہ یہ دیکھ کر اُستاد پر ناراض ہُوا اور کہنے لگا۔ "افسوس! تم نے کچھ حقِ نمک ادا نہ کیا۔"

اُستاد نے عرض کی "خداوندِ نعمت، تربیت سب کے لیے یکساں ہے۔ مگر اِس کا کیا علاج کہ طبیعتیں جُدا

جُدا ابنی ہیں۔" ؎

نسل سے پتھّر کی ہیں گو لعل و گوہر[1] بے بہا[2]
لیکن اِستعداد ہر پتھّر کی ہوتی ہے جُدا
لید میں پڑتے ہیں کیڑے باغ میں کھلتے ہیں گُل
ایک ہی سُورج کی گو پڑتی ہے دونوں پر ضیا[3]

حکایت۔۷

ایک عالم اپنے بیٹے کو سمجھا رہا تھا کہ قیامت کے دِن تجھ سے تیرے کام پُوچھے جائیں گے۔ نہ کہ باپ دادا کا نام" ؎

غلافِ کعبہ کی جو کچھ ہے عزّت
ہے بیت اللہ کی صُحبت کی برکت
نہیں کچھ ریشمی ہونے کی توقیر[4]
کہ ریشم کی تو ہے دُنیا میں کثرت

حکایت۔۸

بچپن میں مَیں نے ایک عالم سے پُوچھا " اِنسان

---

[1] موتی [2] بہت قیمتی [3] روشنی [4] عزّت

کِس عمر میں بالغ ہو جاتا ہے؟" اُنھوں نے فرمایا "جب عقل و تمیز آجائے"۔ ؎

بزُرگی کو لازِم ہے عقل و تمیز
نہ موقوف ہے عُمر پر اے عزِیز
ہے جِس طرح تصوِیر دِیوار پر
اِسی طرح جانو بشر بے تمیز

حکایت - ۹

کِسی بے وقوف کی آنکھ دُکھنے آئی تو عِلاج کے لِیے ایک سلوتری[1] کے پاس چلا گیا - اس نے وہی سلائی جو چوپایوں کی آنکھ میں لگاتا تھا اس کی آنکھ میں بھی پھیر دی - نتیجہ یہ ہُوا کہ آپ اندھے ہو گئے۔ اور خفا ہو کر سلوتری پر مقدّمہ کر دیا۔

جب مقدّمہ کی پیشی ہوئی تو حاکم نے کہا "تمھارا دعوےٰ کِسی طرح سُننے کے لائق نہیں کہ تم نے خُود گدھا پن کیا ہے - انسان ہوتے تو سلوتری کے پاس

---

[1] جانوروں کا ڈاکٹر

نہ جاتے"۔

پس خوب یاد رکھو۔ جو شخص بغیر آزمائش کے کسی انجان کو بڑا کام بتاتا ہے، نقصان اُٹھانے کے سوا مخلوق میں اپنا ہلکاپن بھی دکھاتا ہے ؎

دے گا ناداں کو کام کب دانا
جس کی اس کو نہ ہو خبر اصلا
بُن سکے گا بھلا وہ کیا ریشم
بُننے والا ہو جو چٹائی کا

حکایت۔ ۱۰

ایک آقا اپنے نوکر کے ہاتھ پاؤں باندھ کر مار رہا تھا۔ کسی پرہیزگار نے دیکھا تو کہا "میاں، غور تو کرو۔ یہ بھی تمھارے ہی جیسا انسان ہے۔ اِس فضیلت[۱] کے لیے تمھیں خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ خدا نے اسے تمھارا فرماں بردار نوکر بنا دیا ہے اور تمھیں آقا۔ غریب نوکروں کو مارنا پیٹنا بھی کوئی

---

[۱] بڑائی۔ بزرگی

انصاف ہے۔ ممکن ہے خدا کے نزدیک قیامت کے دِن یہی تم سے بہتر سمجھا جائے اور تمہیں آج کے ظلم کی ندامت اُٹھانی پڑے ؎

کرو نوکروں پر نہ جورؔ و جفا
کہ تم نے نہیں اُن کو پیدا کیا
کہیں اِن کے بدلے نہ جاؤ دھرے
کہ ہر اک کا حاکم ہے واحد خُدا

قیامت کے دِن اِس سے بڑی حسرت اَور کیا ہوگی کہ گنہگار آقا تو دوزخ میں جائے اور پرہیزگار نوکر بہشت میں" ؎

جو ہے محکوم نوکر تیرا انساں
نہ کر سختی سے تُو اس کو پریشاں
بڑی رُسوائی ہے یہ روزِ محشر
کہ دوزخ میں ہو تُو جنت میں نوکر

حکایت - ۱۱

ایک بار سفر میں ایک ایسا شہ زور نوجوان بطور رہبر

ؔ ظلم

و نگہبان ہمارے ساتھ تھا کہ دس آدمی اس کی کمان کا چلّہ نہ چڑھا سکتے تھے لیکن ساتھ ہی لاڈلا بھی اتنا تھا کہ اس سے پہلے نہ تو اس نے سفر کیا تھا نہ دُنیا کے اُونچ نیچ اور سرد و گرم سے واقف ہُوا تھا۔ نہ اُس کے کانوں نے نقارۂ جنگ سُنا تھا نہ آنکھوں نے میدانِ جنگ میں چلتی ہوئی تلوار کا نظّارہ ہی کیا تھا۔

میں اور یہ نوجوان چلتے چلتے قافلے سے بہت آگے نکل گئے۔ میرا نوجوان ساتھی جو کوئی پُرانی عمارت راہ میں پاتا، اُسے ایک ہی دھکّے میں گرا دیتا اور جو چھوٹا موٹا پودا راستے میں کھڑا دیکھتا اُسے بھی فوراً اُکھاڑ پھینکتا۔ وہ اپنی شہ زوری پر فخر کرتے ہُوئے گنگناتا جاتا تھا ؎

کہہ دو ہاتھی سے مِری آ کے دلیری دیکھے
ہے کہاں شیر کہ اس شیر کی شیری دیکھے

ہم اسی طرح چلے جا رہے تھے کہ دو ڈاکو ایک بڑے پتھّر کی اوٹ سے نکل کر حملہ کرنے کے لیے ہماری طرف بڑھے۔ ایک کے ہاتھ میں سوٹا تھا اور

دُوسرے کے ہاتھ میں موگری۔ میں نے جوان سے کہا "دیکھتے کیا ہو۔ دشمن آن پہنچا"

دِکھا زور و طاقت کے جوہر ذرا
کہ دُشمن کو خود موت لائی بُلا

مگر دیکھتا کیا ہوں کہ جوان کے ہاتھ سے تیر و کمان چھُوٹ چکے ہیں اور وہ ڈر کے مارے تھر تھر کانپ رہا ہے۔ لاچار ہم نے اپنے بچاؤ کا اِس کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا کہ کپڑے اور ہتھیار دے کر ڈاکوؤں سے جان چھڑائیں ؎

بڑے کاموں پہ بھیجو مرد ہُشیار
جو شیروں کو کریں ڈھب سے گرفتار
جوان ہو زور آور یا بہادر
لرز جاتا ہے سُن کے نامِ پیکار[1]
ضُرورت جنگ میں اوسان کی ہے
نہیں کچھ کام دیتے زور و اَوزار

---

[1] لڑائی۔ جنگ

حکایت ۔ ۱۲

ایک دولت مند کا لڑکا باپ کی قبر پر بیٹھا ہُوا کسی غریب کے بیٹے سے کہہ رہا تھا "دیکھو تو میرے باپ کی قبر کا تعویذ۔ کیسا پختہ بنا ہے اور اس پر نام اور تاریخ کا کتبہ کیسا رنگین لگا ہے۔ پھر سنگِ مرمر کا فرش بھی ایسا نفیس ہے کہ دیکھ کر جی خوش ہو جائے۔ تمھارے باپ کی قبر کی طرح نہیں کہ دو مُٹھی مٹّی اکٹھی کر دی اور اس پر دو اینٹیں ڈال دیں"۔

غریب کے بیٹے نے کہا "میاں" تُم نے یہ تو سچ کہا مگر اِتنا نہ سوچا کہ جب تک تمھارا باپ اِن بھاری پتھروں کے نیچے سے نکلنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارتا رہے گا، میرا باپ آسانی سے بہشت میں پہنچ جائے گا"۔

فقر و فاقہ کی ہو جسے عادت
موت سے اس کو آئے کیا دہشت
ہاں جو ہیں ناز و نعمتوں میں پلے
موت اُن کے لیے ہے اِک آفت

کار آمد نصیحتیں

حکمت ۱۔ دُنیا کا مال آرام سے زندگی گزارنے کے لیے ہے نہ کہ زندگی مال جمع کرنے کے لیے۔ وہی شخص خوش قسمت ہے جو کمائے اور آخرت کے لیے نیک بیج بو جائے۔ اور وہ بد قسمت ہے، جو جمع کر کے مر جائے ؎

محبّت جس نے دولت سے بڑھائی
نہ ہرگز اس نے راہِ راست پائی
کرے تم پر خُدا اگر مہربانی
کرو مخلوق سے تم بھی بھلائی

حکمت ۲۔ بخشش کر کے احسان نہ جتاؤ تاکہ اس کا نفع تمہارے لیے بطور امانت محفوظ رہے ؎

شُکر کر توفیق نیکی کی اگر بخشے خدُا
جس نے بیکاری میں تجھ کو نوکری کر دی عطا

لاکھ تیرے جیسے خواہاں نوکری کے تھے مگر
اس نے اپنے مہر[1] سے تجھ کو ہی نوکر رکھ لیا

حکمت ۳۔ دو شخص بے کار رنج اُٹھاتے اور بے فائدہ دوڑ دھوپ کرتے ہیں۔ ایک تو وہ جس نے جمع کر کے نہ کھایا۔ دُوسرا وہ جس نے پڑھ کر عمل نہ کیا ؎

علم اگرچہ بہت کوئی پڑھ لے
ہے وہ بے سُود گر عمل نہ کرے
بے عمل ہے لکھا پڑھا برباد
جیسے دفتر دیا گدھے پر لاد
نہیں ناداں گدھے کو کوئی خبر
اُس پہ ایندھن لدا ہے یا دفتر

حکمت ۴۔ علم سے اخلاق کا کمال مقصود ہے نہ فقط روپیہ کمانا ؎
علم جس نے پڑھا کمانے کو کھو دیا علم کے خزانے کو

نصیحت ۵۔ بے عمل عالم اندھے مشعلچی کی مانند ہے جو دُوسروں کو راہ دکھاتا ہے مگر خود راہ نہیں پاتا ؎

جیب میں دام ہوں اور پھر بھی نہ لے اُن سے کام
ایسا بدبخت کہیں پا نہیں سکتا آرام

---

[1] عنایت

حکمت ۶۔ تین چیزوں کا بغیر تین چیزوں کے چلنا مشکل ہے۔ اوّل تجارت بغیر مال کے۔ دوم علم بلا بحث و مباحثہ کے۔ سوم حکومت بغیر دبدبے کے ہے

محبّت سے کبھی ہوتا ہے دل رام[۱]
سیاست سے نکلتا ہے کبھی کام
نہ دیں گے شربتِ انگور اُس کو
جسے کونین سے ہوتا ہو آرام

حکمت ۷۔ شریروں پر رحم کرنا نیکوں پر ظلم کرنے کے برابر ہے۔ اور ظالموں سے درگزر غریبوں پر ستم کے برابر ہے

شریروں کو دو گے اگر مال و دولت
بڑھے گی اُنھیں جُرم کرنے کی جُرأت

نصیحت ۸۔ اپنی ہر ایک کمزوری کا اظہار خاص دوست پر بھی نہ کرو کہ شاید وہی دوست کسی وقت دُشمن ہو جائے۔ ایسے ہی دُشمن کو بھی بے حد تکلیف نہ دو، کیونکہ ممکن ہے کبھی وُہی دوست بن جائے۔

---

[۱] مطیع۔ فرمانبردار

نصیحت ۹ - چھپانے کے لائق بھید دوست سے بھی نہ کہو کہ آخر اُس دوست کے بھی کئی دوست ہوں گے اور اُن دوستوں کے بھی دوست - اِس طرح راز کھُل جائے گا ۔

خاص بھیدوں کا کر بیاں نہ عام
تا نہ بگڑیں بنے بنائے کام
دُوسروں کو بتا کے یہ کہنا
"نہ بتانا کسی کو چُپ رہنا"
بہتر اس سے ہے خود چھُپاؤ تم
بات پوشیدہ کیوں بتاؤ تم
ایسی کرنا کبھی نہ نادانی
کہ اُٹھانی پڑے پشیمانی
دُوسرا کیوں بھلا چھُپائے گا
کیوں نہ اوروں کو وہ بتائے گا
ہے اسی طرح سوت کا پانی
کہ نہ روکو تو لائے طُغیانی
رہ کے جاری وہ لائے گا طُوفاں
بند کرنا نہ ہو گا پھر آساں

حکمت ۱۰۔ کمزور دُشمن اگر دوستی جتائے اور فرمانبرداری دِکھائے تو سمجھ لو کہ موقع پاکر وار کرنا چاہتا ہے۔

جو شخص کمزور دشمن کو بے حقیقت جانتا ہے۔ اُس کی مثال اُس نادان کی سی ہے جو ایک چھوٹی چنگاری کو نقصان پہنچانے کے قابل نہ سمجھ کر بغیر بجھائے چھوڑ دیتا ہے اور وہ رفتہ رفتہ سُلگ کر تمام گھر کو خاک سیاہ کر دیتی ہے ؎

ہے مُناسب کام لے کر آگ دو جلدی بُجھا
گر بھڑک اُٹھی تو سارے گھر کو وہ دے گی جلا
چھید دو دُشمن کا سینہ تیر ہو گر ہاتھ میں
تاک کر مارے گا ورنہ وہ نشانہ بے خطا

حکمت ۱۱۔ ایسے دوستوں سے جو آپس میں دُشمن ہوں علٰحدہ علٰحدہ اِس طرح ملو کہ اگر کسی وقت دونوں میں دوستی ہو جائے تو تمھیں شرمساری نہ اُٹھانی پڑے ؎

دو لڑاکوں میں ہے لڑائی آگ
گا نہ بھڑکا کے تو فتور کا راگ

صُلح اُن میں ہوئی تو پھر دونوں
تجھ سے رکھیں گے دُشمنی کی لاگ
عقل و دانش کے ہے خلاف یہ کام
آپ جلنا لگا کے ان میں آگ

نصیحت ۱۲۔ جب کسی کام میں تردُّد ہو تو وہ آسان راستا اختیار کرو جس میں تکلیف کا اندیشہ کم ہو۔

اپنے ہاتھوں سے نہ سختی میں پڑو
کام نکلے صُلح سے تو کیوں لڑو؟

حکمت ۱۳۔ جب تک مال سے کام نکل سکے جان خطرے میں نہ ڈالو کہ داناؤں نے تلوار کو آخر میں رکھا ہے ؎

زر سے پائے نہ کام گر انجام
دے گی تلوار ہی وہاں پھر کام

حکمت ۱۴۔ کمزور دُشمن کو بے بس نہ سمجھنا چاہیے۔ وہ جب قُدرت پائے گا تمھیں نقصان پہنچائے گا۔

؎ بے نوا دُشمن سے بھی اندیشہ رکھنا ہے بجا
مثلِ مغزِ اُستخواں[۱] ہے وہ عداوت سے بھرا

---

[۱] ہڈی کا گُودا۔

حکمت ۱۵۔ جو حاکم کسی بُرے شخص کو سزا دیتا ہے، مخلوق کو اُس کی بُرائی سے اور اُسے آخرت کے عذاب و رُسوائی سے بچاتا ہے ؎

گرچہ اِحسان ہے بہت اچھّا
زخمِ ظالم پہ کیوں رکھو پھایا
پالتا ہے جو سانپ یاد رکھے
کہ یہ دُشمن ہے نسلِ انساں کا

حِکمت ۱۶۔ دُشمن کا مشورہ سُننا تو ٹھیک ہے مگر اس کا ماننا بھاری خطا ؎

اگر دُشمن کے کہنے پر چلوگے
تو ہاتھ افسوس سے اپنے ملوگے
کہے دُشمن اگر دائیں کو جاؤ
قدم بائیں طرف اپنا بڑھاؤ

نصیحت ۱۷۔ حد سے زیادہ غُصّہ جنُون پیدا کرتا ہے اور نامُناسب مہربانی رُعب اُٹھا دیتی ہے۔ نہ اِتنی سختی کرو کہ لوگ بیزار ہو جائیں اور نہ اِتنی نرمی کرو کہ تمھیں بے وقعت سمجھنے لگیں۔ جرّاح کو نہیں دیکھتے کہ

جہاں ناقص مادّہ پاتا ہے، وہیں نشتر لگاتا ہے۔ مگر جُونہی گندگی نکل کر زخم صاف ہُوا، اس نے جھٹ مرہم لگا دیا۔

لگا اک باپ سے کہنے یہ فرزند
بزرگانہ مجھے دیجے کوئی پند[1]
کہا "نیکی کرو لیکن نہ اتنی
کہ دُشمن تم پہ ہو جائے ظفرمند[2]"

حکمت ۱۸۔ دو شخص دُنیا اور دین کے دُشمن ہیں ایک وہ حاکم جس میں علم نہ ہو۔ دُوسرا وہ عابد جو بے علم ہو۔

خدمتِ خلق وہ کرے گا کیا
جس نے خالق ہی کو دیا ہو بھلا؟

حکمت ۱۹۔ اگر دشمن کی فوج میں پھُوٹ پڑی ہو تو خاطر جمع سے بیٹھ جاؤ اور اگر اُن میں اتفاق دیکھو تو اپنی سلامتی کی فکر کرو۔

دلی آرام سے یاروں میں بیٹھو
لڑائی دشمنوں میں جب چھڑی ہو

---

۱ نصیحت ۲ فتح پانے والا

مگر جب دشمنوں میں میل دیکھو
تو جھٹ تلوار سے سُتھراؤ کردو

حِکمت ۲۰۔ ایسی بُری خبر جس کے سُننے سے لوگوں کے دِل دُکھیں، جہاں تک ہوسکے خُود نہ سُناؤ بلکہ دُوسرے کو سُنانے دو۔

نصیحت ۲۱۔ سانپ کا سر دُشمن سے کُچلواؤ کہ اِس میں دو خُوبیاں ہیں۔ سانپ مرے تو اچھّا اور اگر دُشمن مرے تو اَور بھی بہتر۔

نصیحت ۲۲۔ جو شخص کِسی خُود رائے کو نصیحت کرتا ہے وہ خُود نصیحت کا محتاج اور فضیحت کا مُستحق ہے۔

نصیحت ۲۳۔ دُشمن کا فریب نہ کھاؤ اور خوشامد کرنے والے کی تعریف پر نہ اِتراؤ کہ اُس نے فریب کا جال بچھایا ہے تو اِس نے لالچ کا دامن پھیلایا ہے۔

نصیحت ۲۴۔ احمق خوشامد سے ایسا پھُولتا ہے، جیسے دھونکنی پھُونک سے ؎

کریں گے بھاٹ سچّی بات کیسے؟
کہ لینے ہیں انھیں تو تُم سے پیسے

کرو گے گرم گر مُٹھی نہ اُن کی
کہیں گے پھر تمھی کو ایسے ویسے

حکمت ۲۵۔ ہر شخص اپنے آپ کو عقیل[1] اور ہر عورت اپنے بچّے کو شکیل[2] سمجھتی ہے ؎

کِسی یہُودی و مُسلِم میں ہو گیا جھگڑا
دلائل اُن کے جو میں نے سُنے تو خوب ہنسا
بگڑ کے بولا یہُودی سے اِس طرح مُسلم
جو میں ہُوں جھوٹا تو کر دے مجھے یہود خُدا
اِدھر یہُودی نے توریت کی قسم کھا کر
کہا "بنُوں میں مُسلمان اگر ہوں میں جھُوٹا"
یہ سچ ہے عقل زمانے سے ہو اگر ناپید
تو پھر بھی کوئی نہ مانے کہ "میں نہیں دانا"

حکمت ۲۶۔ دس آدمی ایک دسترخوان پر کھا لیتے ہیں مگر دو کُتّے ایک مُردار پر اکٹھے ہونا پسند نہیں کرتے۔ ایسے ہی لالچی دُنیا بھر کا مال پا کر بھی بھُوکا اور قناعت کرنے والا آدھی روٹی کھا کر بھی

---

[1] عقل مند [2] خُوب صُورت

سیر نظر آتا ہے۔ داناؤں نے کہا ہے کہ قناعت کے ساتھ فقیری ہو تو بے صبری کی امیری سے کہیں بڑھ کر ہے۔

نصیحت ۲۷۔ جو شخص اپنے اچھے زمانے میں نیکی نہیں کرتا وہ بدحالی میں سختی اُٹھاتا ہے ؎

جو خوش حالی میں دے لوگوں کو آزار
مُصیبت میں نہیں اُس کا کوئی یار

حکمت ۲۸۔ جو چیز جلد بن جاتی ہے وہ دیر تک کارآمد نہیں ہُوا کرتی۔ دیکھتے نہیں کہ مُرغ کا چُوزہ انڈے سے نکلتے ہی دانہ دُنکا چُگنے لگتا ہے اور تھوڑے دنوں میں جوان ہو جاتا ہے۔ مگر کُچھ بھی قدر و قیمت نہیں پا سکتا۔ حد دو تین روپے۔ مگر انسان کا بچّہ رفتہ رفتہ ترقّی کر کے اتنا معزّز ہو جاتا ہے کہ بیش قیمت موتیوں کی آب بھی اُس کے سامنے ماند پڑ جاتی ہے ؎

چین سے آتے ہیں جو برتن یہاں
دیر میں بنتے ہیں ملتے ہیں گراں

جلد بن جاتے ہیں مٹی کے ظروف
ملتے ہیں سستے جہاں چاہو وہاں

حکمت ۲۹ - کام ہمیشہ صبر و استقلال سے انجام پاتے ہیں - مگر جلدی کرنے والے مفت میں مُنہ کے بل گرتے ہیں ؎

ہار جاتے ہیں سفر میں چل کے گھوڑے تیز گام
اُونٹ کر جاتا ہے ہلکی چال سے منزل تمام

نصیحت ۳۰ - نادان کے لیے خاموشی سے بہتر کوئی ہُنر نہیں - مگر جو شخص یہ نُکتہ سمجھ جائے وہ نادان، کیوں رہے گا؟ ؎

سمجھ بُوجھ کر جو نہ دے گا جواب
کلام اس کا ہو گا سراسر خراب
کرو تو کرو گُفتگو سوچ کر
وگرنہ خموشی ہے عین ثواب

حکمت ۳۱ - نالائقوں کے پاس بیٹھ کر کوئی شخص لائق نہیں بن سکتا ؎

فرشتہ اگر دیو کا یار ہے تو سمجھو اُسے بھی کہ عیّار ہے

بھلا بھیڑیا کیا سیے پوستیں   جو خود پھاڑ کھانے کو تیار ہے

نصیحت ۳۲ - لوگوں کے اندرونی عیب نہ کھولو کہ اس سے اگر وہ رسوا ہوں گے تو تم بھی بے اعتبار ہو جاؤ گے۔

نصیحت ۳۳ - جس شخص نے علم پڑھا اور عمل نہ کیا وہ اُس زمیندار کی طرح ہے جس نے ہل تو چلایا مگر دانہ نہ ڈالا - بے دل جسم سے عبادت نہیں ہو سکتی اور بے مغز بادام سے طاقت نہیں آ سکتی - جو شخص ٹھوک بجا کر خریدتا ہے وہی خوش معاملہ ہوتا ہے ؎

جو کپڑوں میں نظر آتے ہیں اچھّے
وہ ننگے ہوں تو نفرت آئے اُن سے

حکمت ۳۴ - اگر سب راتیں شب قدر ہوتیں تو شب قدر بے قدر ہو جاتی ؎

اگر ہر سنگ ہوتا لعل و گوہر
تو پتھّر اور گوہر تھے برابر

حکمت ۳۵ - جس شخص کی صورت اچھّی ہو، ضروری نہیں کہ اس کی سیرت بھی اچھّی ہو - حالانکہ غرض

باطن سے ہے ظاہر سے کیا کام۔

حکمت ۳۶۔ جو شخص نصیحت نہیں سنتا فضیحت اٹھاتا ہے۔

حکمت ۳۷۔ بازاری کُتا شکاری کُتے کو دیکھ کر بھونکتا ہے مگر پاس نہیں جا سکتا۔ ایسے ہی نالائق اشخاص جب علم و ہنر میں لائقوں کی برابری نہیں کر سکتے تو بُرائیاں کرنے لگتے ہیں۔ مقابلہ نہیں کر سکتے

سامنے تو بے ہنر دشمن ہے گونگے کی مثال
تہمتیں پیچھے لگاتا ہے مگر یہ بدخصال

حکمت ۳۸۔ پیٹ کا دھندا نہ ہوتا تو کوئی پرندہ جال میں نہ پھنستا بلکہ شکاری دام[1] ہی کیوں رکھتا

پیٹ کی زنجیر سے جس کے ہوں دست و پا[2] بندھے
ایسا بڑ پیٹو بھلا کیا طاعتِ خالق[3] کرے؟

حکمت ۳۹۔ مفسدوں سے مہربانی کا برتاؤ کرنا گناہ ہے

بھیڑیے پر تو نہ کر لطف و عطا
تیری سب بھیڑوں کو وہ کھا جائے گا

---

[1] جال۔ پھندا [2] ہاتھ پاؤں [3] پیدا کرنے والے کی اطاعت

حکمت ۴۰ - مجرموں کے قتل کرنے میں جلدی کرنے کی نسبت سوچنا سمجھنا زیادہ بہتر ہے - بے سوچے سمجھے قتل کر دو گے تو ممکن ہے کہ مصلحتِ وقت کے خلاف ٹھہرے اور پھر تدارک[1] مشکل ہو جائے ۔

مار دینا تو ہے بہت آسان
نہیں مُردے میں ڈال سکتے جان
ہوش سے تیر مار! تیر انداز
تیر لوٹ آئے یہ نہیں امکان

حکمت ۴۱ - دانا کو جاہلوں سے لڑ کر عزّت کی اُمّید نہ رکھنی چاہیے - ایسے ہی جاہل اگر زبان آوری سے دانا پر غالب آجائے تو کوئی تعجّب کی بات نہیں پتھّر موتی کو توڑ ہی دیتا ہے ۔

بد کلامی کرے دانا سے کوئی گر ناداں
اس سے دانا کی لیاقت کا نہیں کچھ نقصاں
لوہا چاندی کو اگر کوٹ بھی دے تو ہرگز
قدر لوہے کی گراں ہو گی نہ چاندی ارزاں

---

[1] تلافی - علاج

حِکمت ۴۲ - موتی کیچڑ میں گرنے پر بھی ویسا ہی چمک دار رہے گا اور دُھواں آسمان پر جا کر بھی ویسا ہی دُھواں دھار۔

حِکمت ۴۳ - جس میں قابلیّت ہو، اس کی تربیت نہ کرنا اور جو ناقابل ہو اس کی تربیت پر وقت ضائع کرنا فضُول حرکت ہے ؎

نوُحؑ کے بیٹے نے جب کی خود سرائی خودسری[۱]
کچُھ نہ کام آئی بزرگی اور پیمبر زادگی
ابنِ آذر[۲] کو ذرا دیکھو خلیلُ اللہ ہُوئے
وصفِ ذاتی کے سبب حق سے مِلی پیغمبری

حِکمت ۴۴ - کستوری وہی ہے جو خُود خوشبُو دے نہ کہ عطّار تعریفیں کرے۔ دانا کا وجُود عطردان کی طرح خوشبُو سے بھرپُور ہے اور نادان کی کھال ڈھول کے پول کی طرح نرا خول۔ آواز بڑی پیٹ خالی۔

نصیحت ۴۵ - جس شخص کو مُدّت میں یار بنایا ہو، اُسے چند دِنوں میں ہرگز آزُردہ نہ کرو۔

---

[۱] ضد [۲] حضرت ابراہیمؑ کے باپ کا نام

لعل مِلتا ہے محنت وزر سے ایک دم میں نہ توڑ پتّھر سے

حِکمت ۴۶ - تھوڑا تھوڑا جمع ہو کر بہت ہو جاتا اور قطرہ قطرہ مِل کر دریا بن جاتا ہے - اِس لیے جس شخص کے پاس رکھنے کو مال و زر نہ ہو اگر وہ پتّھر ہی رکھ لے تو ممکن ہے کہ موقع پر دُشمن کا سر توڑنے ہی کے کام آجائے ؎

مِل کے قطرہ قطرہ ہیں نہریں رواں
مِل گئیں نہریں تو ہے دریا کی شاں

حِکمت ۴۷ - عالم کو بے عِلم کے ساتھ حد سے زیادہ عِلم نہ برتنا چاہیے کہ اِدھر تو عالم کا دبدبہ گھٹے گا اور اُدھر جاہل کا جہل بڑھے گا -

حِکمت ۴۸ - گُناہ (جُرم) یُوں تو جس کِسی سے سرزد ہو، بُرا ہے مگر عالموں سے تو بہت ہی بُرا -

ایک ناداں جانتا جو کُچھ نہیں
بے عمل عالم سے اچھّا ہے کہیں
آنکھ والا گر پڑے تو عیب ہے
کیا عجب گر جائے گر اندھا کہیں

حکمت ۴۹۔ جس شخص نے اپنی زندگی میں بھلائی نہ کی ہو، لوگ اُس کے مرنے پر نیک گواہی کیا دیں گے۔ انگور کی لذّت تو وہ ہے جو بوڑھی بیوہ بیان کرے کہ "فلاں شخص نے ایسے میٹھے انگور کھلائے"۔ باغ کا مالک خود ہی کھا کھا کر تعریفیں کرتا رہے تو کیا نتیجہ؟ حضرت یوسفؑ مِصر کی قحط سالی میں پیٹ بھر کر اس لیے نہ کھایا کرتے تھے کہ بھوکوں کی حالت نہ بھول جائیں ؎

جو ہو ناز اور نعمتوں میں پلا — وہ بھوکوں کی تکلیف جانے گا کیا
غریبوں پہ وہ کیا کرے گا نظر — جو غربت کی حالت سے ہو بے خبر

نصیحت ۵۰۔ غریب کا حال بدحالی کے زمانے میں زبانی ہی کیا پوچھتے ہو؟ مناسب ہے کہ کچھ اُس کے زخمِ دل پر مرہم لگاؤ اور ہاتھ پر درہم بھی رکھو ؎

دلدل میں گدھا جو بوجھ والا دیکھو
تم کھا کے ترس نکال لاؤ اُس کو
پوچھو جو غریب کو تو از بہرِ خدا
کچھ جیب سے بھی نکال کر اُس کو دو

حکمت ۵۱۔ بدکار امیر ملمّع کا پتھّر ہے اور نیک بخت

غریب مٹی میں لتھڑا ہُوا سونا۔ بس یُوں سمجھو کہ پہلا فرعون کی ڈاڑھی ہے (مشہور ہے کہ فرعون اپنی ڈاڑھی میں موتی ٹنکوائے رکھتا تھا) اور دُوسرا موسیٰؑ کی گودڑی۔ مگر خُوب یاد رکھو، آخر میں نیکوں کی مصیبت کا نتیجہ اچھا اور بدوں کی دَولت کا سَر نیچا ہُوا کرتا ہے ؎

منعمو[1]، رکھّو غریبوں کا خیال ساتھ جانے کا نہیں یہ مُلک و مال
آج ہو جاؤ کہ کل کا تُو وہاں کچھ نہیں پھر بعد میں رنج و ملال

حکمت ۵۲۔ دو شخصوں کے دِل سے نہ تو رنج جاتا ہے، نہ حسرت کی دلدل سے ان کا پاؤں چھُوٹتا ہے۔ ایک تو وہ سوداگر جس کی کشتی دریا میں اُلٹ جائے۔ دُوسرا وہ صاحب جائداد جو اوباشوں[2] کی صُحبت میں بیٹھ کر لُٹ پِٹ جائے۔ ؎

سب اُڑا جائیں گے مال و زر ترا
خُون تک پینا ہے شُہدوں میں روا
یا تو مال و آبرو کو چھوڑ دے
یا نہ اوباشوں سے رکھ کچھ واسطا
یا ہو گھر ایسا کہ ہاتھی آ سکے
یا مہاوت کو نہ گھر اپنا دِکھا

[1] دولت مندو! [2] بدمعاش

حکمت ۵۳ - بادشاہوں کی بخشی ہوئی پوشاک عزّت کی چیز ہے۔ مگر اپنا پھٹا پُرانا لباس اس سے بھی زیادہ عزیز۔ ایسا ہی امیروں کا کھانا تو خوشگوار ہے مگر اپنی اولاد کا بچا کھچا اُس سے بھی زیادہ مزیدار ہے

ملے گھر میں اگر ساگ اور بسر کا
امیروں کے پُلاؤ سے ہے اچھّا

حکمت ۵۴ - سُنی سُنائی دوا کا کھانا اور بے پُوچھے راستے پر جانا عقلمندوں کی رائے اور بھلائی کی راہ کے خلاف ہے ۔ کسی نے امام محمدؒ غزالی سے پُوچھا "آپ نے اس قدر علوم کیسے حاصل کر لیے؟" فرمایا "میں جس بات کو نہ جانتا تھا اُس کے پُوچھنے میں شرم نہ کرتا تھا"۔

مرض سے چاہتے ہو گر رہائی ۔۔۔ طبیبوں سے دوا لو پُوچھ بھائی
نہ سمجھو پُوچھنے میں عیب ہرگز ۔۔۔ جو ہے منظور مقصد تک رسائی

حکمت ۵۵ - جو بات بے پُوچھے معلوم ہو سکے اُس کے پُوچھنے میں جلدی نہ کرو کہ وقار میں فرق نہ آئے ۔

دست داؤد میں لُقماں نے جو دیکھا یہ کمال
نرم فولاد وہ کر لیتے ہیں ریشم کی مثال

یہ سمجھ کر کہ جو بنتا ہے ابھی لیں گے دیکھ
"کیا حضور اس سے بنے گا؟" نہ کیا اُن سے سوال

حکمت ۵۶ - جو شخص بُری صُحبت میں بیٹھتا ہے وہ بُروں کی خُوبُو نہ بھی اختیار کرے، بدنام ضرور ہو جاتا ہے۔ شراب خانے میں چاہے کوئی کسی کو ڈھونڈھنے ہی جائے مگر سمجھا یہی جائے گا کہ وہ شراب پینے گیا ہے ؎

تیری نادانی ہوئی آپ ہی تجھ سے تصدیق
گر بنایا کسی نادان کو یار اور رفیق
میں نے داناؤں سے پُوچھی جو نصیحت تو کہا
کبھی نادانوں کی صُحبت میں نہ بیٹھو اصلاً[1]
لغو بن جاؤ گے گو کیسے ہی ہو گے معقول
اور جاہل ہو تو ہو جاؤ گے پُورے مجہول

حکمت ۵۷ - جو شخص دُوسروں کی بات اس لیے کاٹتا ہے کہ دُوسروں پر اس کا علم و فضل ظاہر ہو، لوگ اُسے بیوقوف اور جاہل جانتے ہیں ؎

کاٹنا بات کسی کی نہیں کوئی دانا
ہاں مگر پُوچھے جس چیز کو دیگا وہ بتا

[1] بالکل

غیر کی بات میں جو ہانکتا ہو اپنی بڑ
اُس کی باتیں نہ سُنے گا کوئی پھر کان لگا

حکمت ۵۸۔ پہلے بات کو تولو، پھر مُنہ سے بولو۔ جو شخص سوچ کر بات نہیں کرتا، نامناسب جواب سے رنج اُٹھاتا ہے۔

سمجھ جاؤ نہ جب تک بات پُوری
نہیں کچھ بولنا اس میں ضرُوری

حکمت ۵۹۔ جھُوٹ کی مثال (لاٹھی یا کسی دوسری شے کی) ضرب کے ساتھ دیتے ہیں کہ زخم اچھّا بھی ہو جائے تو نشان ضرور باقی رہ جاتا ہے۔ دیکھ لو یُوسفؑ کے بھائیوں نے ایک دفعہ جھُوٹ بول کر ہمیشہ کے لیے اپنے سچ کا اعتبار اُٹھا دیا۔

جو سچّائی طریقہ ہو کسی کا
خطا پر بھی اُسے سمجھیں گے سچّا
مگر جھُوٹا اگر کہتا ہو سچ بھی
سمجھتے ہیں اُسے سب لوگ جھُوٹا

حکمت ۶۰۔ مخلُوق میں بظاہر بزرگ ذات انسان کی ہے اور سب میں بے عزّت ذات کُتّے کی۔ مگر داناؤں کے

نزدیک حق پہچاننے والا کُتا ناشکرے آدمی سے بہتر ہے۔

حکمت ۶۱۔ نیک آدمی پہلے لوگوں کی کہانیوں اور مثالوں سے نصیحت حاصل کر لیتے ہیں اور اس طرح مخلوق کی زبان سے اپنی غلطیوں اور مصیبتوں پر طعنہ سُننے سے بچ جاتے ہیں مگر نالائق ضدّی اُس وقت تک باز نہیں آتے جب تک بدنام نہ ہو جائیں اور عادی چور اس وقت تک چوری نہیں چھوڑتے جب تک حاکم اُنھیں جیل کی ہوا نہ کھلائیں ؎

مُرغ جاتا نہیں وہاں چُگنے جس جگہ جال میں ہوں مُرغ پھنسے

دُوسروں کی مصیبتوں سے ڈر تیری حالت سے تا نہ کوئی ڈرے

حکمت ۶۲۔ زمین پر آسمان پانی برساتا ہے اور زمین سے آسمان پر غبار جاتا ہے یعنی ہر برتن سے وُہی ٹپکتا ہے جو اس میں بھرا ہو ؎

بدوں کو بدی ہے اگرچہ پسند کرے گا نہ لیکن بدی ہوشمند

حکمت ۶۳۔ خدا ہمارے گُناہوں کو دیکھ کر مہربانی سے پردہ ڈالتا ہے مگر ہمسایہ بے دیکھے نامہربانی سے شور و غُل مچاتا ہے ؎

گر اختیار میں اِنساں کے آب و خور[۱] ہوتا

تو رزق پر نہ غریبوں کو کچھ گزر ہوتا

---

[۱] پانی اور خوراک

حکمت ۶۴۔ جو شخص زیر دستوں پر رحم نہیں کرتا، کسی دن اپنے سے زبردست کے ہاتھوں خوار ہوتا ہے ۔

غریبوں کے نہ دل کی بد دُعا لے
نہ پڑ جائے کسی ظالم کے پالے

حکمت ۶۵۔ دو شخص مرتے وقت حسرت لے جاتے ہیں۔ ایک تو وہ جس نے ہوتے ہوئے نہ کھایا۔ دُوسرا وہ جس نے جان کر عمل نہ کیا ۔

بخیل کتنا ہی کیوں نہ ہو عالم و ہشیار
ملامتوں ہی کی اُس پہ سدا رہے گی مار
مگر سخی میں وُہی، لاکھ عیب گر دیکھیں
گُناہ سمجھیں گے کرنا اُنھیں کہیں اظہار

حکمت ۶۶۔ بادشاہوں کو وُہی لوگ نصیحت کر سکتے ہیں جو مال کی اُمید اور موت کا خوف نہ رکھتے ہوں ۔

دُو بدُو باتیں کرے وہ شاہ سے
ہو جسے اُلفت نہ مال و جاہ سے

مطبوعہ فیروز سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ لاہور۔ باہتمام عبدالسلام پرنٹر اور پبلشر

فیروز سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

لاہور - راولپنڈی - کراچی

969 0 00639 8

Rs. 45.00